بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا

تحقیقی علمی اور دینی

# ماہنامہ الفرقان ربوہ

شعبان ۱۳۷۸ھ

مارچ ۱۹۵۹ء


سالانہ چندہ
پاکستان و بھارت پانچ روپے
دیگر ممالک دس شلنگ

ایڈیٹر
ابوالعطاء جالندھری

# رسالہ الفرقان ـــــ اور ـــــ اسکے معاونین

رسالہ الفرقان جن پاکیزہ مقاصد کے ماتحت جاری کیا گیا۔ اور جو اعلیٰ نصب العین اس رسالہ کا ہے اسکے پیش نظر ہرگز گمان نہیں کیا جا سکتا کہ جانتے بوجھتے کوئی مخلص احمدی اس کی امداد سے گریز کریگا یا ایسی صورت پیدا ہونے دے گا کہ حالات کی انتہائی نامساعدت کے باعث یہ رسالہ بند ہو جائے۔ بالخصوص جبکہ اس نے حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے الفاظ ذیل پڑھے یا سُنے ہوں:-

"میرے نزدیک الفرقان جیسا علمی رسالہ تیس چالیس ہزار بلکہ لاکھ تک چھپنا چاہئیے اور اسکی بہت وسیع اشاعت ہونی چاہئیے۔"

(الفضل ۵ جنوری ۱۹۵۶ء)

رسالہ الفرقان کی جملہ انتظامی اور مالی ذمہ داریوں کو اٹھاتے ہوئے خاکسار نے اسے جاری کیا ہے۔ اور نیت یہی ہے کہ آخر تک اسے بہر کیف جاری رکھا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

رسالہ سے تعاون کرنے والے احباب کے لئے مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

**اوّل** خود خریدار بننا اور دیگر دوستوں کے نام رسالہ جاری کرانا۔

**دوم** - اپنے حلقہ احباب میں تحریک کر کے انہیں رسالہ کی خریداری پر آمادہ کرنا۔

**سوم** - بقایا دار ہونے کی صورت میں رسالہ کا بقایا جلد تر ادا کرنا۔ (افسوس ہے کہ بقایا کی ایک بڑی رقم احباب کے ذمہ ہے)

**چہارم** - اگر اللہ تعالیٰ نے آپکو وسعت بخشی ہے تو مالی امداد فرماویں۔ تا دا مبر یدیوں اور دیگر طالبانِ حق کے نام مفت رسالہ بھیجا جائے۔ اور آپ کو ثواب حاصل ہو۔

**پنجم** - اگر آپ مضمون نگار ہیں تو براہ مہربانی اپنی نگارشات رسالہ الفرقان میں اشاعت کیلئے بھجوائیں۔

یہ تحریک تعاون گزشتہ رسالہ میں بھی کی گئی تھی۔ گزشتہ اشاعت کے بعد مندرجہ ذیل احباب کرام کی طرف سے اعانت موصول ہوئی ہے۔

| | روپے |
|---|---|
| (۱) مکرم نواب زادہ محمد امین صاحب امیر جماعت احمدیہ بنوں ... | ۵ |
| (۲) مکرم چوہدری محمد رفیق صاحب اسلم کراچی ... | ۱۰ |
| (۳) جناب قاضی محمد عبداللہ صاحب بی۔ٹی ہیڈ ماسٹر ربوہ ... | ۲ |
| (۴) مکرم میاں عبداللطیف صاحب صراف بیدیا نوالہ ۲ خریدار | |

میں خود بھی جملہ معاونین کے لئے دعا کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ میرے بوجھ کو ہلکا کرتے ہیں اور احباب کرام سے بھی انکیلئے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ ان تمام دوستوں پر خاص فضل نازل فرمائے جو قرآنی حقائق کی اشاعت میں تعاون کرتے ہوئے رسالہ الفرقان کی امداد فرما رہے ہیں۔ جزاھم اللہ خیراً

کریما صد کرم کن بر کسے کو ناصر دین است
بلا از گردن او گر بگے آفت شود پیدا

خاکسار: ابوالعطاء جالندھری

جلد ۹ | مارچ ۱۹۵۹ء | الفرقان ربوہ پاکستان | شعبان رمضان ۱۳۷۸ھ | نمبر ۹

ایڈیٹر
ابوالعطاء جالندھری

نائب ایڈیٹرز
(۱) مسعود احمد دھلوی - بی - اے
(۲) خورشید احمد شادؔ مولوی فاضل

# فہرست مضامین

| نمبر شمار | عنوانات | نام مضمون نگار | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ۱ | دجال اور یاجوج و ماجوج | ایڈیٹر | ۲ |
| ۲ | شذرات ص۸ "ملازمت میں خودداری" تک | 〃 | ۷و۸ |
| ۳ | اسلام اور تصوف | سید عبدالحی صاحب شاہد | ۹ |
| ۴ | "بیسویں صدی کا پیغمبر ہے" | ایڈیٹر | ۱۶ |
| ۵ | روس میں مسلمان | ماخوذ | ۱۷ |
| ۶ | امریکہ میں مسلمان | ترجمہ از انگریزی | [illegible] |
| ۷ | واقعۂ غار حراء اور اس کی اہمیت | مرزا ناصر احمد صاحب متعلم فرسٹ ایر | ۲۲ |
| ۸ | تضمین بر مناجات صدیق اکبرؓ | جناب قریشی تبسم ایڈیٹر "غازی" گجرات | ۲۵ |
| ۹ | فضیلت صحابہ کرامؓ | چوہدری محمد اکبر صاحب افضلؔ | ۲۷ |
| ۱۰ | صفائی اور اس کے متعلق ضروری امور | جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کوئٹہ | ۳۳ |
| ۱۱ | سوالات اور ان کے جوابات<br>شب برات کی حقیقت ۔ درود شریف پڑھنے کی حکمت ۔ حضرت ابراہیمؑ کی فضیلت کا سوال | ایڈیٹر | ۳۸ |

## نہایت ضروری درخواست

رسالہ الفرقان کی ظاہری و باطنی خوبیوں میں اضافہ کرنے اور اس کے معیار کو بلند تر بنانے کے عزم سے کام شروع کیا جا رہا ہے اس میں جملہ خریدار حضرات کے مخلصانہ تعاون کی ضرورت ہے ۔ جن احباب کے ذمہ بقایا جات ہیں انہیں ماہ مارچ میں یاد دہانی بھی کرائی جا رہی ہے ۔ براہ کرم سب احباب بقایا جات ادا فرما دیں ۔ رسالہ کے لئے مزید رفقاء اور خریدار اصحاب کی اشد ضرورت ہے اپنے اپنے حلقہ میں تحریک فرما کر ثواب حاصل کریں ۔

(منیجر الفرقان - ربوہ)

# دجّال اور یاجوج وماجوج

قرآن مجید، احادیث نبویہ، تورات اور بائیبل سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آخری زمانہ کا سب سے بڑا فتنہ اور سب سے بڑا ہنگامہ دجال اور یاجوج و ماجوج کا فتنہ اور ہنگامہ ہے۔ جملہ انبیاء اس فتنۂ عظیمہ سے ڈراتے آئے ہیں اور تمام آسمانی کتابوں میں اس ہنگامہ کا تذکرہ موجود ہے۔

بائیبل کے آخری صحیفہ **مکاشفہ یوحنا** میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی پیشگوئی کا تذکرہ **"بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند"** کے نام سے کرنے کے بعد **ایک ہزار برس تک ابلیس** اور شیطان کے اتھاہ گڑھے میں قید کئے جانے کا بیان ہے۔ (مکاشفہ ۱۹/۱۶ و ۲۰/۱-۳)

اس کے بعد خبر دی گئی ہے کہ:-

"جب ہزار برس پورے ہو چکیں گے تو شیطان قید سے چھوڑ دیا جائے گا۔ اور ان قوموں کو جو زمین کے چاروں طرف ہوں گی۔ یعنی یاجوج و ماجوج کو گمراہ کرکے لڑائی کے لئے جمع کرنے کو نکلے گا۔ ان کا شمار سمندر کی ریت کے برابر ہوگا اور وہ تمام زمین پر پھیل جائیں گی اور مقدسوں کی لشکر گاہ اور عزیز شہر کو چاروں طرف سے گھیر لیں گی۔ اور آسمان پر سے آگ نازل ہو کر انہیں کھا جائے گی"

(مکاشفہ ۲۰/۷-۱۰)

بائیبل کے صحیفہ حزقیل نبی کی کتاب میں یاجوج ماجوج کی **علاقائی تعیین** بایں الفاظ موجود ہے:-

(الف) "خداوند یہوواہ یوں کہتا ہے کہ دیکھ اے جوج! روش اور مسک اور توبال کے سردار! میں تیرا مخالف ہوں"

(حزقیل ۳۸/۳ و ۳۹/۱)

(ب) "میں ماجوج پر اور ان پر جو جزیروں میں بے پروائی سے سکونت کرتے ہیں۔ ایک آگ بھیجوں گا اور وہ جانیں گے کہ میں خداوند ہوں" (حزقیل ۳۹/۶)

مشہور مورخ **ابن خلدون** نے بھی یاجوج وماجوج کے علاقوں اور ان کی نسل کی نشان دہی کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ یہ **شمالی علاقوں** کے باشندے ہیں اور ترکوں سے ان کی نسل ملتی ہے۔

(مقدمہ ابن خلدون ص۴۲ و ص۴۹ و ص۶۸ و ص۶۵ ص۷۵ و ص۳۴ مطبوعہ مصر)

اگرچہ پرانے زمانوں سے یاجوج وماجوج اور دجال کے بارے میں یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں میں بہت سے افسانے رواج پا گئے ہیں۔ جو نسلاً بعد نسل اضافہ اور مبالغہ کے ساتھ پھیلتے گئے۔ اور ان قوموں کے بارے میں عجیب در عجیب قصے تراشے گئے۔ وہ ساری کہانیاں تو درست نہ تھیں۔ مگر بنیادی حقیقت موجود تھی۔

قرآن مجید نے جہاں ایک طرف آئندہ کی

پیشگوئی کے طور پر یاجوج و ماجوج کے خروج اور ان کی ترقیات کی خبر دی وہاں پر اس نے ان کے آغاز اور انجام کے بارے میں اسی قدر بیان پر اکتفا فرمایا ہے جو عالمگیر آسمانی کتاب کے شایانِ شان ہے۔ یہ ایک **لطیف نکتہ** ہے۔ کہ قرآن مجید میں **دجّال** کا لفظ مذکور نہیں مگر یہ بتایا گیا ہے کہ عیسائیوں کا مسیح کو ابن اللہ قرار دینے کا فتنہ سب فتنوں سے بڑا فتنہ ہے۔

وقالوا اتخذ الرحمن ولدا. لقد جئتم شیئاً ادًّا. تکاد السمٰوات یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدًّا. ان دعوا للرحمٰن ولدًا (سورۂ مریم ۸۹-۹۲)

"عیسائیوں نے خدائے رحمان کا بیٹا ٹھہرایا ہے۔ اے نصاریٰ! تم نے بہت افترا کیا ہے۔ عنقریب اس سے آسمان پھٹ جائیں گے زمین شق ہو جائے گی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے (یعنی کامل تباہی آئے گی) کیونکہ ان لوگوں نے خدائے رحمان کا بیٹا قرار دیا ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سورۂ کہف کی ابتدائی اور آخری دس دس آیات پڑھنے والا دجال کے فتنہ سے محفوظ رہ سکتا ہے

(صحیح مسلم کتاب الفتن)

سورۂ کہف کے ابتداء میں ان لوگوں کے اس فتنہ کا تذکرہ ہے کہ وہ خدا کا بیٹا قرار دے کر اس کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ اور سورۂ کہف کے آخر میں ان کی دنیوی **ترقیات** کی طرف اشارہ کے لئے "**وھم یحسبون انھم یحسنون صنعاً**" کے الفاظ فرمائے ہیں۔ اس آخری جگہ یاجوج و ماجوج کی ترقیات کا تذکرہ فرمایا ہے

پس اگرچہ دجّال کا لفظ قرآن مجید میں موجود نہیں مگر یہ صاف بتا دیا گیا ہے۔ کہ درحقیقت دجال یاجوج و ماجوج کا ہی نام ہے۔ ان کے مذہبی گروہ کی دجل وتلبیس کے باعث انہی کو دجال کہا گیا ہے اور ان کے آگ سے کام لینے کے اور سمندر کی موجوں کی طرح روئے زمین پر غالب آجانے کے باعث انہی کو یاجوج و ماجوج قرار دیا گیا ہے۔ مشہور امام لغت راغب اصفہانی نے اپنی کتاب "**المفردات**" میں یاجوج و ماجوج نام کی یہی وجہ تسمیہ قرار دی ہے۔

مستقبل کی پیشگوئیوں میں عام طور پر **مجاز واستعارہ** کی زبان استعمال کی جاتی ہے۔ کیونکہ ان سے ایمان کا تعلق ہوتا ہے اور ایمان میں کوئی نہ کوئی اخفاء کا پہلو ضرور ہوتا ہے۔ چونکہ دجال اور یاجوج و ماجوج کے بارے میں صدیوں سے بے شمار افسانے گھڑے جا رہے تھے اس لئے آج سے ستر برس قبل جب حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے فرمایا کہ دجال اور یاجوج و ماجوج کا خروج ہو چکا ہے۔ یاجوج و ماجوج سے مراد "انگریز[1] اور روسی" ہیں۔ اور دجال سے مراد "پادریوں کا گروہ" ہے۔

(ازالہ اوہام مطبوعہ ۱۸۹۱ء
حصہ دوم صـ۲۱۱ و صـ۲۲۶ طبع دوم)

تو ظاہر پرست علماء کی طرف سے ایک طوفان بے تمیزی برپا کیا گیا۔ اور شور مچایا گیا کہ یہ شخص درحقیقت مسیح موعود بننے کے لئے ایسی تاویلیں کر رہا ہے۔ ورنہ ابھی یاجوج و ماجوج اور دجال ظاہر نہیں ہوئے ہم نے ان کا جو نقشہ بنا رکھا ہے۔ روس وانگریز اور پادری اس پر پورے نہیں اترتے۔ آج **پہلا موقعہ** ہے کہ صاف اور کھلے طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کہ واقعی یاجوج و ماجوج اور دجال کا ظہور ہو چکا ہے۔

[1] امریکن بھی انگریز ہیں (الفرقان)

مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی مدیر صدق جدید لکھنؤ لکھتے ہیں:-

# "یاجوجیوں" کا نعرہ

"لندن ۲۰ جنوری۔ ماسکو ریڈیو نے کل اعلان کیا ہے کہ روس کے مصنوعی سیارے اور راکٹ خدا سے ملاقات کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ روسی راکٹوں کو کسی ایسی اعلیٰ وارفع ہستی کا پتہ نہیں چلا ہے۔ جسے مذہبی لوگ خدا کہتے ہیں، اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔

خدا کی تلاش راکٹوں اور میزائلوں کے ذریعہ سے کرنے کی آج تک کسی کو کیوں سوجھی ہوگی۔ دنیا میں آج تک بے شمار پیر اور پیمبر، رشی اور منی گزر چکے ہیں۔ کسی نے خدا رسی کے لئے عبادتیں اور ریاضتیں بتائیں۔ کسی نے فلاں چلے اور فلاں مراقبہ کی نشان دہی کی۔ ادھر ذہن ان بے شمار رہنماؤں میں سے کسی کا بھی نہ گیا۔ کہ معبود حقیقی وخالق کائنات کی جستجو، آتش بازیوں اور آتش باریوں سے کی جائے! یہ جدت تو شروع سے دجال اور یاجوج وماجوج کے لئے مخصوص چلی آرہی تھی، کہ اسی آسمان کی طرف ہوائی جہاز چھوڑیں گے یا تیر چلائیں گے (راکٹ اور میزائل کے صحیح ترجمے یہی ہو سکتے ہیں) اور پھر فتح مندی کے نعرے لگائیں گے۔ کہ ہم نے (نعوذ باللہ) خدا کا خاتمہ کر دیا ہے! حدیث کا قرب قیامت والا ٹکڑا وہ اپنی حیثیت سے استناد کے جس مرتبہ پر بھی ہو — بہرحال اسی قسم کی پیش خبریوں سے بھرا پڑا ہے! اور ابھی تو اس سلسلے کی بہت سے منزلیں آنے کو باقی ہیں"[۱]

اب یہ بات واقعات اور حقائق کی روشنی میں ناقابل انکار صداقت ہے۔ کہ یاجوج وماجوج کے الفاظ درحقیقت روس اور مغربی جزائر کی قوموں کے لئے صفاتی طور پر مقرر تھے۔ اور ان ناموں میں ان کی مادی ترقیات کی طرف اشارہ تھا۔ پس جہاں تک یاجوج وماجوج اور دجال کے خروج کا تعلق ہے۔ اور جہاں تک مسیح موعود کی آمد کا سوال ہے اسے تو اب ایک **ثابت شدہ حقیقت کے طور پر تسلیم کر لینا چاہیئے۔**

اب صرف یہ سوال قابل توجہ ہے کہ یاجوج وماجوج کا انجام اور دنیا کا مستقبل کیا ہوگا؟ قرآن مجید نے صاف طور پر فرما دیا ہے۔

(الف) حتی اذا فتحت یاجوج وماجوج
وھم من کل حدب ینسلون
واقترب الوعد الحق فاذا ھی
شاخصۃ ابصار الذین کفروا
یاویلنا قد کنا فی غفلۃ من ھذا
بل کنا ظالمین (الانبیاء ۹۶-۹۷)

کہ جب یاجوج وماجوج نکلیں گے اور وہ ہر بلندی کو پھاندتے جائینگے تو وعدۂ الٰہی کے ظہور کی گھڑی قریب ہوگی۔ اور ناگہاں کافروں کی آنکھیں حیرت سے کھلی رہ جائیں گی اور وہ کہیں گے کہ ہم پر ہلاکت آئے۔ ہم تو اس انجام سے غافل تھے۔ بلکہ ہم سراسر ظالم تھے۔"

(ب) وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی
بعض ونفخ فی الصور فجمعناھم
جمعا۔ وعرضنا جھنم یومئذ
للکافرین عرضا۔ الذین کانت
اعینھم فی غطاء عن ذکری
وکانوا لا یستطیعون سمعا
(الکہف ۹۹-۱۰۱)

کہ اس وقت ہم یاجوج وماجوج کو باہم

---

[۱] (صدق جدید ۱۲ فروری ۱۹۵۹ء)

گٹھم گتھا کر دیں گے اور آسمانی قرنا میں آواز دی جائے گی۔ اور ان سب کو اکٹھا کیا جائے گا۔ تب ہم ان کافروں کے لئے جہنم یا ہولناک جنگ پیش کریں گے۔ جن کی آنکھیں ہمارے ذکر سے غافل تھیں اور وہ حق کے سننے کی تاب نہ رکھتے تھے۔"

ان آیات میں یاجوج ماجوج کی ترقی و غلبہ اور پھر ان کی باہم آویزش اور آخر کار ان کی تباہی کا صاف ذکر موجود ہے۔ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ موعود ربانی کی آواز آخر کامیاب ہوگی اور ظالم اپنے کیفرِ کردار کو پہنچیں گے۔

احادیث نبویہ کی روایت ایک عرصہ کے بعد اور مختلف رواۃ کی زبانی حیطۂ تحریر میں لائی گئی۔ اور یوں بھی پیشگوئیوں میں مجاز و استعارات ہوتے ہیں تاہم احادیث میں یاجوج و ماجوج کے انجام کے متعلق ایک جگہ آتا ہے:۔

"اذا اوحی اللّٰہ الی عیسی انی قد اخرجت عباداً لی لا یدان لاحد بقتالھم فحرز عبادی الی الطور ویبعث اللّٰہ یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون فیمر اوائلھم علی بحیرۃ طبریۃ فیشربون ما فیھا ویمر آخرھم فیقول لقد کان بھذہ مرۃ ماء ثم یسیرون حتی ینتھوا الی جبل الخمر وھو جبل بیت المقدس فیقولون لقد قتلنا من فی الارض ھلم فلنقتل من فی السماء فیرمون بنشابھم الی السماء فیرد اللّٰہ علیھم نشابھم مخضوبۃ دماً ویحصر نبی اللّٰہ واصحابہ حتی یکون رأس الثور لاحدھم خیراً من مائۃ دینار لاحدکم الیوم فیرغب نبی اللّٰہ عیسی واصحابہ فیرسل اللّٰہ علیھم النغف فی رقابھم فیصبحون فرسی کموت نفس واحدۃ ثم یھبط نبی اللّٰہ عیسی واصحابہ الی الارض فلا یجدون فی الارض موضع شبر الا ملأہ زھمھم ونتنھم فیرغب نبی اللّٰہ عیسی واصحابہ الی اللّٰہ فیرسل اللّٰہ طیراً کاعناق البخت فتحملھم فتطرحھم حیث شاء اللّٰہ وفی روایۃ تطرحھم بالنھبل ویستوقد المسلمون من قسیھم ونشابھم وجعابھم سبع سنین ثم یرسل اللّٰہ مطراً لا یکن منہ بیت مدر ولا وبر فیغسل الارض حتی یترکھا کالزلفۃ ثم یقال للارض انبتی ثمرتک وردی برکتک"

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الملاحم)

ترجمہ:۔ اللہ تعالےٰ مسیح موعود پر وحی کرے گا کہ میں نے اپنے بندے پیدا کر دیئے ہیں۔ جن سے جنگ

کرنے کی کسی کو طاقت نہیں تو میرے بندوں (اپنی جماعت) کو طور کی حفاظت میں لے جا۔ اللہ تعالےٰ یاجوج و ماجوج کو بھیجے گا۔ جو ہر بلندی پر پھاند تے پھریں گے ان کا اگلا حصہ بحیرہ طبریہ سے گزرے گا اور وہ اس کا پانی پی لیں گے حتیٰ کہ آخری حصہ گزرتے وقت تعجب سے کہے گا کہ یہاں پر کبھی پانی ہوتا تھا۔ پھر وہ چلتے چلتے بیت المقدس کے پہاڑ جبل الخمر کے پاس پہنچیں گے اور کہیں گے۔ کہ ہم زمین والوں کو تو قتل کر چکے آؤ اب آسمان والوں کو بھی قتل کر دیں۔ وہ اپنے تیر آسمان پر پھینکیں گے۔ جنہیں اللہ تعالےٰ خون آلود حالت میں لوٹا دے گا۔ مسیح موعود اور اس کے اصحاب محاصرہ میں آجائیں گے اور غذائی حالت یہاں تک پہنچ جائیگی کہ آج تمہارے لئے جو سو پونڈ کی قدر ہے اس سے بھی زیادہ انہیں بیل کے ایک سر کی ہوگی۔ تب مسیح موعود اور اس کے ساتھی اللہ تعالےٰ سے دعا کریں گے۔ جس پر اللہ تعالےٰ یاجوج و ماجوج پر گلے میں پھوڑے کی وبائی مرض بھیجے گا۔ اور وہ یکدم تباہ ہو جائیں گے بعد ازاں جب مسیح موعود اور اس کی جماعت زمین میں پھریں گے تو دیکھیں گے کہ چپہ چپہ زمین نجاست اور بدبو سے بھرا ہوا ہے جس کے ازالہ کے لئے وہ دعا کریں گے اللہ تعالےٰ اونٹ کی گردن کی مانند بڑے بڑے پرندے بھیجے گا جو یاجوج و ماجوج کے مُردوں کو دور نغبل۔ میں پھینک دیں گے ان کا بچا ہوا سامان جنگ تیر کمان اور ترکش وغیرہ اتنا وافر ہوگا کہ مسلمان اس سے سات سال تک آگ جلائیں گے۔ پھر خداوند تعالےٰ زمین پر ایک ایسی عام بارش نازل کرے گا۔ جو ساری زمین کو دھو کر بالکل صاف و شفاف مانند شیشہ کر دے گی۔ پھر حکم دیا جائے گا۔ کہ اے زمین تو اپنے پھل اگا۔ اور اپنی برکتیں دوبارہ پیدا کر ...“

یہ حدیث اپنے مجازات کے باوجود بہت سے عیاں حقائق پر مشتمل ہے اس میں یاجوج و ماجوج کی ترقیوں اور فتنہ سامانیوں کا تذکرہ ہے۔ یاجوج و ماجوج کی وجہ سے مسیح موعود اور آپ کی جماعت کی مشکلات کا بیان ہے اور پھر یہ بتایا گیا ہے کہ ان مشکلات کا حل اور یاجوج و ماجوج کی تباہی دعاؤں کے ذریعہ سے ہوگی۔ اور آسمانی وبا ان لوگوں کو ہلاک کرے گی۔ آخر میں یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ اس گمراہی اور فتنہ کے دَور کے بعد پھر زمین دھل کر نئی زمین بن جائے گی اور آسمانی انوار و برکات کا نزول ہوگا۔ گویا پھر نئی زمین اور نیا آسمان ہوگا بہر حال یہ حدیث اسلام اور مسلمانوں کے لئے بہت بڑی بشارت ہے۔

یاجوج و ماجوج کی تباہی کے لئے قرآن مجید نے یرسل علیکما شواظ من نار (تم پر آگ کے شعلے برسائے جائیں گے) فرمایا ہے۔ انجیل مکاشفہ میں ”آسمان پر سے آگ نازل ہو کر انہیں

کھا جائے گی" لکھا ہے اور حدیث کے الفاظ میں ان کی تباہی یرسل اللہ علیہم النغف فی رقابہم کے ذریعہ سے ہوگی۔

بہرحال ان کی تباہی کی نوعیت اور کیفیت کچھ ہو یہ امر یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ آخر کار طاغوتی طاقتوں کو ہلاک کر کے اور دجال کے فتنہ کو پاش پاش کر کے اسلام اور حق کا بول بالا کرے گا ۔ اور آخر توحید کی فتح ہوگی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

(بقیہ شذرات صفحہ ۵) ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب مخلوق خدا کے فائدہ کو مدنظر رکھ کر شائع کی ہیں اور ہزارہا روپیہ ہر سال "مفت اشاعت" کی مد میں بجٹ میں رکھا جاتا اور خرچ کیا جاتا ہے۔ باقی بجٹ تو بجٹ کے اصولوں پر ہی بنے گا۔ جماعت احمدیہ کے بارے میں یہ "افسوس" درست نہیں۔ جوں جوں اللہ تعالیٰ زیادہ توفیق دیگا۔ توں توں کتب کی مفت اشاعت زیادہ ہوتی جائیگی۔ باقی رہے غیر مبایع صاحبان سو ان کا معاملہ الگ ہے۔ اس میں جماعت احمدیہ کا کوئی دخل نہیں ہے۔

ایک عجیب واقعہ

# ملازمت میں خودداری

(لائلپور کے رسالہ پرچم فروری ۵۹ء میں ذیل کا عجیب واقعہ شائع ہوا ہے۔ ایڈیٹر)

" سب سے پہلے قادیانی خلیفہ مرزا غلام احمد مرحوم کے خاص مصاحبین میں سے ایک نباض کامل حکیم نورالدین صاحب بھیروی بھی تھے۔ جن کا طب کی دنیا میں کافی اعزاز ہے۔ حکیم صاحب مرحوم کچھ عرصہ تک مدرس بھی رہے ان دنوں انسپکٹر صاحبان گھوڑوں پر سوار ہوکر دوروں پر سکولوں میں آیا کرتے تھے ایک روز انسپکٹر صاحب واردِ سکول ہوئے اور اس خیال سے کہ ہیڈ ماسٹر مدرسہ چل کر آئے اور گھوڑے کی باگ پکڑ کر مجھے اتارے صدر بیرونی دروازہ پر آکر رک گئے۔ اتفاقاً مولوی صاحب (ہیڈ ماسٹر) اس وقت کھانا کھا رہے تھے۔ انہوں نے بھی دیکھ لیا کہ انسپکٹر صاحب باہر گھوڑے پر سوار کھڑے ہیں۔ لیکن کھانا کھانے کے دوران میں اٹھنا آدابِ طعام کے خلاف تھا۔ آپ نے چپڑاسی کو دوڑایا کہ دوڑ کر باگ پکڑو اور صاحب کو لے آؤ۔

انسپکٹر صاحب خیر مقدم کے وقت تنہا چپڑاسی کو دیکھ کر آگ بگولا ہو گئے۔ اور کرخت لہجے میں بولے "ابے مولوی کہاں ہے" جواب ملا "حضور کھانا کھا رہے ہیں"۔ وہ دیکھ نہیں رہا کہ میں پہنچا ہوں" جاؤ ـــــ یہ کہہ کر بدستور زین پر ڈٹے رہے اور نہ اترے مولوی صاحب نے کمال اطمینان سے کھانا کھایا ہاتھ منہ دھو کلی وغیرہ سے فارغ ہو کر کہیں آدھ پون گھنٹہ کے بعد دروازے پر پہنچے انسپکٹر صاحب اسی طرح کسے بیٹھے تھے علیک سلیک ہوئی انسپکٹر صاحب کو گھوڑے سے اتارا اور سکول کے ہال کمرے میں لائے۔ غصے میں شرابور انسپکٹر نے کرسی پر بیٹھتے ہی فرمایا:۔

" میرا پیشہ ہے میں آپ کی سند کے ٹکڑے ٹکڑے کرسکتا ہوں"

مولوی صاحب خاموش رہے اور چند منٹوں بعد "پانچ منٹ اجازت" کہہ کر ملحقہ کمرے میں آئے سوٹ کیس میں سے اپنی سند نکالی اور خود ہی پرزوں میں تقسیم کر کے صاحب تک پہنچے "یہی کام تھا جس کے متعلق مجھے دھمکی دے رہے تھے یہ کام تو میں بھی کرسکتا ہوں اور آپ سے بہتر طریق پہ کرسکتا ہوں۔ اب آپ سکول میں بیٹھیں میں جا رہا ہوں" انسپکٹر صاحب ہکا بکا رہ گئے کہ اتنی عزتِ نفس کے مالک مدرس سے پالا پڑا۔ اب انسپکٹر صاحب منتیں کر رہے ہیں۔ لیکن مولوی صاحب بہ مصداق

؎ برو ایں دام بر مرغ دگر نہ ۔ کہ عنقا را بلند ست آشیانہ

بالکل نہیں مان رہے۔ تاکہ آنکہ اس خوشامد پسند افسر کے منہ پر خودداری کا زبردست طمانچہ رسید کرتے ہوئے یہ جا وہ جا سکول

# شذرات

(۱)

## بھارت کی آوارہ گائیوں کا مسئلہ

اخبار "ریاست" دھلی لکھتا ہے :-

" پنجاب گورنمنٹ نے اپنے تمام صوبہ کے ڈپٹی کمشنروں کے نام ہدایت جاری کی ہے۔ کہ وہ اپنے علاقہ سے تمام آوارہ گائیوں کو پکڑ کر ایک جگہ جمع کریں کیونکہ ان کو جنوبی ہندوستان بھیجنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ اور اندازہ کے مطابق اس صوبہ میں ایک لاکھ کے قریب آوارہ گائیں موجود ہیں۔ جو ہر سال ایک لاکھ ٹن اناج کو ضائع کرتی ہیں۔ آوارہ گائیوں کی یہ پوزیشن صرف صوبہ پنجاب تک محدود نہیں بلکہ دوسرے صوبہ جات میں بھی یہی حالت ہے چنانچہ پچھلے دنوں الہ آباد میں ہزارہا ایسی گائیوں کو پکڑ کر دریا پار چھوڑ دیا گیا تھا مگر یہ مسئلہ وہاں پھر بھی حل نہ ہوا۔ کیونکہ گائے کے کاٹنے کی قریب قریب ہر شہر اور صوبہ میں ممانعت ہے "

اس حالت کا تفصیلی تذکرہ کرنے کے بعد سردار مفتون سنگھ مدیر ریاست پوچھتے ہیں کہ :-

" جو ہندو گائے کے کاٹنے کے خلاف ہیں۔ وہ بتائیں کہ جس صورت میں کہ پچھلے گیارہ برس کے اندر ہندوستان میں گائیں ضرورت سے زیادہ پیدا ہو چکی ہیں۔ ہندوستان کے لوگوں کو کھانے کے لئے اناج بھی نہیں مل رہا۔ اور جانوروں کیلئے چارہ کا حاصل کرنا ممکن ہی نہیں۔ اور ہندو اپنی زر پرست فطرت کے مطابق گائے پر ظلم کرنا کوئی گناہ نہیں سمجھتے۔ آوارہ گائیوں کے مسئلہ کے حل کی کیا صورت ہے؟"

(ریاست دھلی ۲۳ر فروری ۵۹ء)

دیکھیں ذبیحہ گائے کے مخالف ہندو اس سوال کا کیا جواب دیتے ہیں ؟

---

(۲)

## غیر مبائعین کے جلسہ میں میاں عبدالمنان صاحب کی تقریر

اخبار پیغام صلح نے لکھا ہے کہ ۲۶ دسمبر ۵۸ء کو غیر مبائعین کے جلسہ سالانہ لاہور میں تقریر کرتے ہوئے میاں عبدالمنان صاحب عمر نے کہا کہ :-

" حضرت نے فرمایا ہے کہ میری کتابیں تجارتی اصول پر نہ چھاپی جائیں۔ بلکہ مخلوق خدا کو ان سے فائدہ پہنچانا مدنظر ہو۔ لیکن افسوس ہے کہ دونوں جماعتوں (جماعت ربوہ اور جماعت احمدیہ لاہور) کا بجٹ تجارتی اصولوں پر تیار کیا جاتا ہے "

(پیغام صلح لاہور ۱۴ر جنوری ۵۹ء)

جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے اس نے

(باقی ص پر)

# اسلام اور تصوف

{ذیل کا مقالہ مکرم سید عبدالحی صاحب فاضل نے تعلیم الاسلام کالج کی مجلس عربی میں پڑھا۔ جسے افادۂ عام کی خاطر شاملِ اشاعت جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)}

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت ایک غیر مسلم کو بھی تسلیم کرنا پڑتی ہے کہ حضور کی زندگی کا ہر لمحہ قرآن کریم کی عملی تفسیر تھی۔ آپ آیت ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین کے پورے پورے مصداق تھے۔ آپ کے اخلاق قرآنی روح کے آئینہ دار تھے۔ اور بقول حضرت عائشہؓ آپ کے اخلاق مجسم قرآن تھے زندگی کے ہر شعبہ میں آپ تقویٰ اللہ اور طہارت قلبی کا زندہ نمونہ تھے۔

حضور علیہ السلام کے صحابہ حضور کے عملی نمونہ اور حضور کے انفاس طیبہ سے تربیت یافتہ ہو کر تقویٰ اور پرہیزگاری کے مثالی کردار تھے۔ انہوں نے اسلام کو کسی دنیاوی لالچ یا مجبوری سے نہیں بلکہ ایک حقیقت سمجھ کر قبول کیا تھا۔ صحابہ کرام خلوص دل۔ تقویٰ اور حسن نیت سے شریعت اسلامی کے ہر حکم کو تسلیم کرتے تھے۔ جہاں وہ احکام شریعت کی ظاہری شکل اور اس کی جزئیات میں بھی قائم رہتے تھے۔ وہاں وہ شریعت کی اصل روح یعنی تقویٰ کے بھی زندہ مثال تھے۔ اور وہ شریعت کے اصل مقاصد۔ تقرب الی اللہ۔ صفائی باطن اور تزکیہ نفس کے حصول کے لئے شریعت کی محض ظاہری پیروی کو ناکافی خیال کرتے تھے۔

مذاہب کی تاریخ میں ایک دور ایسا بھی آتا ہے خواہ اس کی وجوہات کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ جب نور نبوت سے دوری کے سبب شریعت پر صرف ظاہری عمل باقی رہ جاتا ہے۔ اور اس روح اور اس کے اصل مقاصد اکثریت کے مدنظر نہیں رہتے۔ ممکن ہے کہ یہ دور جلد ہی ختم ہو جائے۔ مگر یہ دور آتا ضرور ہے۔ مسیح ناصری علیہ السلام کے ظہور کے وقت یہود اسی خرابی میں مبتلا تھے۔ قرآن کریم نے متعدد مقامات پر یہود کے اس طرزعمل کی نشان دہی کی ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ یہود قانون شریعت کی روح کو نظرانداز کر چکے تھے۔ اور صرف ظاہری الفاظی تعمیل کو ہی نجات کا باعث سمجھتے تھے مسیح علیہ السلام نے سب سے زیادہ زور اسی خرابی کو دور کرنے پر دیا۔ اور ظاہر پرست ریاکار فریسیوں اور فقیہوں کو آسمانی بادشاہت سے محروم قرار دیا۔ مسیح علیہ السلام نے قانون اور شریعت کے صرف ظاہر پر بغیر تقویٰ کے عمل کرنے کے خلاف جو وعظ کیا۔ بعد متبعین نے اس میں بے جا مبالغہ کرتے ہوئے مسیح علیہ السلام کی طرف ایسے اقوال منسوب کئے۔ جن کا مطلب یہ ہے۔ کہ شریعت اور قانون انسانیت کیلئے لعنت اور اس کی گنہگاری کا سبب ہے۔

اسلام میں الفاظ پرستی کے دور کی ابتداء اس وقت ہوئی۔ جب خلافت ملوکیت میں تبدیل ہوگئی اور جب، افراد میں عصبیت۔ دنیاداری اور اس کے

نوازم نے غلبہ پایا۔ اسلامی سلطنت کی روز افزوں وسعت پذیری کے ساتھ ساتھ مختلف اقوام نے جس سرعت کے ساتھ اسلام قبول کیا۔ اس رفتار سے ان کی روحانی تربیت نہیں ہو سکی۔ علماء جمع حدیث۔ اور تدوین فقہ میں مشغول تھے۔ فقہ اسلامی کا وہ حصہ جو خصوصاً قانون ملکی سے متعلق تھا۔ تمدن کی ترقی۔ غیر اقوام سے رابطہ اور نت نئے حالات کے پیش آنے کی بناء پر ارتقاء کے پیچیدہ مراحل میں داخل ہو رہا تھا۔ فقہ کا وہ حصہ جو قانون ملکی اور معاشرتی امور سے متعلق تھا۔ اس کی روح کو نظر انداز کرنے کے باوجود اس کے الفاظ کی تعمیل سے ایک شخص قانون شکنی کے جرم سے بچ سکتا تھا۔ حکومت زیادہ سے زیادہ شریعت کی ظاہری صورت کو ہی قائم رکھوا سکتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مسند خلافت پر بیٹھتے وقت کا ایک اعلان اس امر کی وضاحت کرتا ہے آپ نے فرمایا۔

ان اناسا کانوا یؤخذون بالوحی علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان الوحی قد انقطع وانما ناخذکم بما ظھر من اعمالکم

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کچھ لوگوں سے وحی الٰہی کی بناء پر بھی مواخذہ ہو جاتا تھا مگر اب وحی منقطع ہو چکی ہے۔ ہم تو آپ لوگوں سے آپ کے ظاہر اعمال پر ہی مواخذہ کر سکتے ہیں۔

پھر ظاہر پرست علماء کا ایک طبقہ عوام کی رہنمائی اس طرح کر رہا تھا۔ کہ وہ ایک فعل قانون کی روح کے خلاف کر کے بھی قانون کی گرفت سے کس طرح بچ سکتے ہیں۔ اس کا ثبوت اس زمانے کی وہ تصانیف ہیں۔ جنہیں فقہاء کتب الحیل کا نام دیتے ہیں۔ ان رجحانات کا اثر رفتہ رفتہ اخلاق اور فقہ کے ان حصوں پر بھی پڑا۔ جو شخصی اور اجتماعی عبادات سے متعلق تھے اکثریت میں شریعت کے احکام پر صرف ظاہری عمل باقی رہ گیا۔ اور اس کی روح مفقود ہو گئی۔

اس رجحان کے پیدا ہونے کا سبب میرے نزدیک نیکی و بدی کا وہ نظریہ بھی ہے۔ جو اُس وقت اکثریت میں مقبول تھا۔ اور اہل سنت اسے متکلمین اور فلاسفہ کے خلاف پیش بھی کرتے تھے۔ ان کے نزدیک مطلق نیکی اور مطلق بدی کا تصور رہ کرنے کیلئے کوئی وجہ جواز موجود ہیں۔ صرف اللہ تعالےٰ کے احکامات۔ جن کی پشت پر کسی فلسفے۔ ابدی حقائق اور مصالح کا ہونا ضروری نہیں۔ ان کی اطاعت یا عدم اطاعت ہی علی الترتیب نیکی اور گناہ میں ظاہر ہے۔ کہ مذکورہ نظریہ نیکی و بدی کے نتیجہ کے طور پر کم از کم ایک عام آدمی میں قانون شریعت کی ظاہری تعمیل اور لامقصدیت کا رجحان ہی پیدا ہو گا۔ خلوص تقویٰ اور شریعت پر عمل پیرا ہونے کی حقیقی روح پیدا نہیں ہو گی۔

## تصوف کا آغاز

اس دور میں ردّ عمل کے طور پر تاریخ میں ایک ایسے طبقے کا وجود ابھرتا ہے جو بعد میں صوفیا کہلائے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور دور اوّل کے علماء کی پیروی میں اپنی زندگیوں کو حقیقی اسلام میں ڈھالنے کا قصد کیا۔ اور قرآن کریم کی آیت ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر کے مطابق شریعت اسلامیہ کی حقیقی روح تقویٰ کو لوگوں کے اندر پیدا کرنے کا عزم کیا۔ انہوں نے اس مقصد کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ اور ہمہ وقت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔ ان کی آواز دل کی آواز تھی۔ اور ان کے دل خلوص سے معمور تھے۔ اس لئے جلد ہی وہ مرجع خلائق بن گئے۔

"تاریخ اسلام میں ابتداء سے ہی ایسے افراد کا وجود ملتا ہے۔ جو اپنی افتاد طبع اور انفرادی رجحان کی بناء پر عزلت پسند اور گوشہ نشین تھے۔ اور دوسروں سے

امتیازی رنگ میں تقویٰ، خشوع و خضوع، توکل اور فقر میں بڑھے ہوئے تھے۔ اور عبادات میں خاص ذوق رکھتے تھے۔ اور ساتھ ہی پہلی تین صدیوں میں متعدد اشخاص ایسے ملتے ہیں۔ جو صوفی کہلاتے تھے۔ مگر کسی ایسے فرقہ کا وجود نہیں تھا۔ جو صوفی کہلاتا ہو۔ موجود اصطلاحی مفہوم میں صوفی اور تصوف کے الفاظ تیسری صدی کے آخر میں استعمال ہونے شروع ہوئے۔ اور صوفیاء بحیثیت فرقہ عوام میں روشناس ہوئے۔ لفظ صوفی کے اصل و مآخذ کے متعلق حضرت شیخ علی بن عثمان ہجویری جو داتا گنج بخش کے لقب سے مشہور ہیں۔ اپنی کتاب "کشف المحجوب" میں فرماتے ہیں۔

"مردمان اندر تحقیق ایں اسم بسیار
سخن گفتہ اند۔ گروہے ازاں گفتہ اند
کہ صوفی را برائے آں صوفی خوانده اند
کہ جامۂ صوف دارد و گروہے گفتہ اند
کہ صوفی را از برائے آں صوفی خوانده اند
کہ از صفِ اوّل باشد۔ و گروہے گفتہ اند
کہ بداں صوفی گویند کہ تقلید اصحاب
صفہ رضی اللہ عنہم کرده اند۔ گروہے گفتہ اند
کہ ایں اسم از صفا مشتق است"

ترجمہ:۔ لفظ صوفی کی تحقیق کے بارے میں لوگوں نے بہت توجیہات کی ہیں۔ ایک گروہ نے کہا ہے کہ صوفی کو اس لئے صوفی کہتے ہیں کہ وہ صوف کا کپڑا پہنتا ہے ایک گروہ کا خیال ہے کہ صف اول میں ہونے کے باعث اسے صوفی کہا جاتا ہے ایک جماعت کی رائے ہے کہ اصحاب الصفہ کی تقلید کے باعث صوفی کہلاتے ہیں کچھ لوگوں نے صوفی کا اشتقاق صفا سے قرار دیا ہے۔"

حضرت داتا گنج بخش نے ان قیاسات کو غیر یقینی قرار دیا ہے۔ اگرچہ بعض لوگوں نے لفظ صوفی کو یونانی لفظ صوفیا سے بھی مشتق قرار دیا جاتا ہے۔ جس کے معنی عقل و دانش کے ہیں۔ تاہم عام طور پر اس کی یہی توجیہ پسند کی گئی ہے۔ کہ یہ لفظ صوف سے ماخوذ ہے۔ صوف کا لباس عیسائی راہبوں میں عجز و انکسار کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ تیسری صدی ہجری تک یہ صوفیا کا مخصوص لباس تو نہ تھا۔ مگر اکثریت صوفیا کی اسے استعمال کرتی تھی۔ تکلفاً یہ لباس اختیار کرنے کی وجہ سے فقہا شروع سے ہی اسے بدعت اور تقلید نصاریٰ خیال کرتے تھے۔ اور اسے عجز و انکسار کی بجائے غرور و پندار کی علامت قرار دیا جاتا تھا۔ فرقد سبخیؒ جو حسن بصریؒ کے مرید تھے۔ حماد بن سلمہ فقیہہ نے ایک بار انہیں صوف پہنے دیکھ کر طنزاً یہ فہمائش کی تھی۔ کہ اپنی نصرانیت ترک کر دو۔

صوفیاء التصوف کا براہ راست ماخذ قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک تصوف دراصل اسلام کی صحیح صورت ہے۔ اور وہ بار بار اتباع سنت کو روحانی ترقی کے لئے لازمی قرار دیتے ہیں۔ اکابر صوفیاء میں سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ شہاب الدین سہروردی کے اقوال کو اس ضمن میں پیش کیا جا سکتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (ولادت ۴۷۰ھ) اپنی کتاب "فتوح الغیب" میں فرماتے ہیں۔

"وصیك بتقوى الله وطاعته
ولزوم ظاهر الشرع وسلامة
الصدر وكف الاذى وحمل الاذى"

(صفحہ ۳۹۵)

(ترجمہ) میں تجھے اللہ تعالیٰ کے تقویٰ اور اس کی اطاعت کی وصیت کرتا ہوں۔ نیز یہ کہ ظاہری شریعت کی پابندی کی جائے اور سینہ کو بغض و کینہ سے محفوظ رکھا جائے۔ تکلیف برداشت کی جائے۔ مگر کسی کو دکھ نہ دیا جائے"

پھر آپ فرض۔ سنت اور نوافل کے حفظ مراتب کا خیال رکھنے کے لئے ارشاد فرماتے ہیں۔

"فینبغی للمومن ان یشتغل اولاً
بالفرائض فاذا فرغ منھا اشتغل
بالسنن ثم یشتغل بالنوافل" (ص۲۲۴)

کہ مومن کو چاہیئے کہ پہلے فرائض کی ادائیگی کرے پھر سنتوں میں مشغول ہو۔ پھر نوافل کی ادائیگی میں مصروف ہو۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی (۵۷۹-۶۳۲ھ) اپنی کتاب "عوارف المعارف" میں صوفی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"القائمون بعقولھم بفھم السنۃ
والعاکفون علیھا بقلوبھم
والمعتصمون بسیدھم من
شر نفوسھم ھم الصوفیۃ"

گویا صوفی عقل و دل سے سنت رسول کا دلدادہ ہوتا ہے۔

ابتدائی صوفیا کے سامنے یہی چند مقاصد تھے۔ جنہیں لے کر وہ ان کی تبلیغ میں منہمک ہو گئے۔ خانقاہ اور خرقہ پوشی کا وجود اس وقت موجود نہیں تھا۔ چنانچہ صوفیاء بالاتفاق تسلیم کرتے ہیں۔ کہ مثالی صوفیا میں حضرت ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی رضوان اللہ علیہم اجمعین ائمہ فقہ امام ابوحنیفہ۔ امام مالک اور دوسرے بیسیوں علماء شامل ہیں۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے علوم کی طرح علم تصوف بھی تدوین و ارتقاء کے مختلف مراحل سے گذر کر ایک خاص نوعیت کا پیچیدہ علم بن گیا اور اسے ایک مخصوص مسلک تصور کیا جانے لگا۔ علم تصوف کی توسیع کے ساتھ ساتھ مصطلحات وضع ہونے لگیں۔ اور علم تصوف کے موضوع میں ذات الٰہی کا تصور صفات باری کا تعلق، کائنات کی پیدائش کی غرض۔ انسان اور خالق کل کے باہمی تعلقات اور روحانی مدارج کی تعیین۔ شریعت اور اس کا فلسفہ وغیرہ امور کا اضافہ ہو گیا۔ صوفیاء نے ان امور کے بیان کرنے میں مجاز اور استعارہ کی زبان کو زیادہ مناسب سمجھا۔ کیونکہ کسی زبان کا عام اسلوب تصوف کے نازک مسائل کے ادا کرنے کے لئے پوری طرح اہل نہیں تھا۔ علم تصوف میں مجاز و استعارہ کا استعمال اس قدر عام ہو گیا۔ کہ عوام کے لئے اس علم کا سطحی تعارف تصوف کے متعلق غلط فہمیاں پیدا کرنے کا موجب ہو گیا۔ اور یہی امر آئندہ جا کر تصوف کو ایک طبقے میں محدود کرنے کا سبب ہوا۔

زھد (Asceticism) موجودہ اصطلاحی معنی میں ابتدائی تصوف کا لازمی جز نہیں تھا۔ مگر بعد کے صوفیاء نے گوشہ نشینی اور ایک قسم کی رہبانیت کو اپنی اصلاح کے لئے لازمی قرار دیا ہے۔ حتیٰ کہ بعد کے اکابر صوفیا میں سے حضرت علی بن عثمان ہجویری نے ایک دفعہ اس امر پر خدا تعالےٰ کا شکر ادا کیا ہے۔ کہ خدا نے انہیں گیارہ سال تک تزویج کی مصیبت سے محفوظ رکھا۔
(کشف المحجوب ص۲۹۵)

زھد یعنی عائلی اور معاشرتی امور سے لاتعلقی کے رجحان کے پیدا ہونے کی وجوہ کے متعلق صوفیا کی اپنی تصانیف سے ایک حد تک روشنی پڑتی ہے۔

صوفیاء نے اپنی روحانی ترقی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد از بعثت زندگی کو ہی اپنے لئے اسوۂ حسنہ قرار نہیں دیا۔ بلکہ انہوں نے حضور کی قبل از بعثت چالیس سالہ زندگی کا بھی بنظر غائر مطالعہ کیا۔ اور ان طریق کی پیروی اپنی روحانی ترقی کے لئے لازمی قرار دی جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین اور افضل الرسول بنانے کا موجب ہوئے۔ حضور علیہ السلام مہینوں غار حرا میں تنہا رہتے تھے۔ اور تفکر، ریاضت

اور مجاہدات سرانجام دیتے تھے۔ ان کی روح منبع تجلیات کی تلاش کے لئے مضطرب تھی۔ اور ان کا دل فسق و فجور شرک اور گمراہی کو دیکھ کر گداز ہوا جاتا ہے۔ صوفیا کے نزدیک روحانی مدارج میں داخل ہونے سے قبل ہر انسان کو انہی مراحل میں سے گذرنا ہوگا۔ حضور علیہ السلام کی بعد از بعثت زندگی میں بھی کثرت عبادت کا یہ حال تھا۔ کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

کان یقوم اللیل حتی تتفطر
قدماہ فقلت لہ لِمَ تصنع ھذا یا
رسول اللہ وقد غفرلک اللّٰہ
ما تقدم من ذنبک وما تاخر
قال افلا احب ان اکون عبداً
شکوراً۔

صوفیا نے اپنے اندر عبادت کا وہی ذوق پیدا کرنے کی کوشش کی۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ مگر یہ امر تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ صوفیا نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں وہ توازن قائم نہیں رکھا جو ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی زندگیوں میں ملتا ہے۔ حضور اور حضور کے صحابہ اشاعت اسلام اور سلطنت کی انجام دہی۔ عائلی اور معاشرتی امور میں جہاں ایک مثالی شخصیت تھے وہاں وہ بقدر ظرف و باختلاف ذوق اصلاح نفس کے لئے عبادت و ریاضت کی انجام دہی۔ فقر۔ توکل۔ اور سادہ زندگی میں جیتے جاگتے نمونے بھی تھے۔

اس عدم توازن کی وجہ غالباً صوفیا کا ذاتی رجحان طبع ہے۔ کیونکہ انہوں نے جہاں خود گوشہ نشینی اختیار کی وہاں انہوں نے اپنے متبعین کو رہبانیت کی تعلیم ہرگز نہیں دی۔ بلکہ صوفیا میں ایسے وجود بھی ملتے ہیں۔ جو خلوت کی بجائے جلوت کو زیادہ پسند کرتے تھے۔

ہمیں اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ تصوف کی رو سے سالک طریقت کو مقام ارشاد تک پہنچنے کے لئے ابتدا میں سیر الی اللہ۔ اور سیر فی اللہ کے مدارج طے کرنے کی خاطر ایک حد تک، خلوت اختیار کرنی پڑتی ہے۔ اور جب اسے مقام ارشاد حاصل ہو جاتا ہے۔ تو وہ خلوت سے نکل کر اصلاح خلق کے کام کو سنبھالتا ہے۔ بظاہر یہ تأثر پیدا ہوتا ہے۔ کہ صوفیا تبتل اختیار کرتے ہیں۔ لیکن اگر ان کی سوانح کا بحیثیت مجموعی مطالعہ کیا جائے۔ تو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ ان کی زندگی میں خلوت ایک متناسب نسبت سے زیادہ نہیں ہوتی۔ قرآن کریم میں انسانی زندگی کا جو تصور پیش کیا گیا ہے۔ اس کی رو سے مادی دنیا اور اس کے علائق مال۔ عزت نفس اور دولت وسلطنت کی وہی حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔ جو انسان کی ابدالآباد روحانی زندگی کے بالمقابل انسان کی مادی زندگی کو حاصل ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

اعلموا انما الحیوۃ الدنیا
لعب ولھو وزینۃ وتفاخر
بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد

اور فرماتا ہے

وما الحیوۃ الدنیا الا متاع
الغرور۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دنیاوی زندگی کو ایک عارضی اور عبوری دور قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے۔ کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل۔

اس تصور حیات کی روشنی میں ایک انسان کو مادی علائق سے صرف اسی قدر تعلق رکھنا چاہیئے۔ جو اسے اس کے اصل مقصد حیات یعنی تقرب الی اللہ اور مقام عبودیت کے حصول میں روک نہ بنے۔ اس

لحاظ سے کسی کامل صوفی کی زندگی میں غیر معمولی تبتل اور انقطاع نظر نہیں آتا۔ صوفیا میں ریاضت کی کثرت سے تلقین کی جاتی ہے۔ ان کے نزدیک انسانی روح اور خدا کے درمیان مادہ اور عقل کے کثیف حجابات حائل ہیں۔ محبوب حقیقی کے ادراک کے لئے ضروری ہے۔ کہ ان مادی حجابات کو دور کیا جائے۔ سب سے بڑا حجاب نفس ہے۔ جسے ریاضت اور مجاہدات سے ہی فارغ کیا جا سکتا ہے۔ یہ درست ہے۔ کہ بعد کے صوفیاء نے مجاہدات اور روحانی ریاضتوں کی ایجاد میں بدعت سے کام لیا ہے۔ مگر متقدمین صوفیا قرآن کریم اور سنت نبوی سے ایک قدم بھی باہر نہیں جاتے تھے۔ اصل تصوف کو موجودہ بدعتوں سے کوئی واسطہ نہیں بعد کے متقدمین نے مشہور حدیث موتوا قبل ان تموتوا کی اس رنگ میں تشریح کی۔ کہ انسان کو خدا تعالےٰ کا وجدان حاصل کرنے کے لئے اپنے اوپر پہلے خود ایک موت وارد کرنی چاہیئے۔ اور اس غرض کے حصول کیلئے انہوں نے طرح طرح کی ریاضتوں کو ایجاد کیا اسی سلسلہ میں ایک انتہا پسند گروہ فرقہ ملامتیہ ہے جو خودی اور عزت نفس کے بتوں کے توڑنے کے لئے تکلف سے ایسا وطیرہ اختیار کرتے ہیں۔ جس سے لوگ ان سے نفرت کرنے لگیں۔ صوفیا کے نزدیک روحانی امور کا احساس عقل کی بجائے وجدان کرتا ہے جس کا مرکز دماغ کی بجائے قلب ہے۔ جس طرح عقل کو صیقل کرنے کے لئے خارجی سہاروں کی ضرورت ہے۔ اسی طرح وجدان کو ابھارنے اور صیقل کرنے کے لئے بعض ریاضتوں کی ضرورت ہے۔ ابتدائی صوفیاء نے تو اس مقصد کے لئے کسی تکلف سے کام نہیں لیا۔ مگر بعد کے متصوفین نے وجدان کو عقل کا مخالف قرار دیتے ہوئے ایسے خارجی سہاروں کا جواز پیدا کیا۔

جن کی موجودگی میں ان کے نزدیک عقل پر وجدان غالب آجاتا ہے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے رقص سرود اور سماع کو خاص طور پر اہمیت دی اور بعض غالی متصوفین نے تو بھنگ اور دوسرے نشوں کو بھی جائز قرار دے لیا۔

ہندوستان میں صوفیاء کو تبلیغ اسلام کے سلسلے میں سب سے زیادہ ہندو یوگیوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ جو روحانی ہونے کے دعویدار تھے۔ اور عوام کو متاثر کرنے کے لئے مسمریزم اور علم الترب کے کمالات کو پیش کرتے تھے۔ مسلمان صوفیاء نے ان علوم میں بھی دسترس حاصل کر لی۔ اور جلد ہی وہ ہندو یوگیوں سے آگے بڑھ گئے۔ یہ علم ایک خالص غیر روحانی علم تھا۔ مذہب اور روحانی ترقی سے اسے کوئی واسطہ نہ تھا۔ مگر بعد میں یہی ایک معیار صوفیا کے مقامات روحانی کے جانچنے کا عوام میں رہ گیا۔ اور تصوف کے اصل مقاصد عام نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ صوفیاء سے کرامات کا صدور بھی ہوتا رہا ہے۔ مگر ایک عام نگاہ میں مسمریزم اور کرامات ایک حیثیت رکھتے تھے۔ اس لئے بعد کے متصوفین میں اسلامی عبادات کے ساتھ ان ریاضتوں کو جو خالص مسمریزم اور اس سے ملتے جلتے علوم کے حصول کے لئے تھیں۔ اسلامی عبادات کا درجہ دیا گیا۔

تصوف کے متعلق یہ امر مذکور ہو چکا ہے۔ کہ بنیادی طور پر قرآن اور سنت نبوی ہی اس کے ماخذ ہیں۔ البتہ بعد میں یہ اپنی بعض جزئیات میں غیر اسلامی اثرات بھی قبول کرتا رہا ہے۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے۔ کہ تصوف ہندو مذہب کے یوگی ازم کی اسلامی صورت ہے مگر تاریخ اس خیال کو رد کرتی ہے۔ کیونکہ جہاں تصوف اسلام کی ابتدائی صدیوں میں ہی شروع ہو چکا تھا۔

دہاں سب سے پہلے ہندو مذہب کے فلسفہ کا تعارف اسلامی دنیا میں چوتھی صدی میں البیرونی کے ذریعہ سے ہوا ہے۔ اس سے قبل اسلامی دنیا ہندو فلسفہ سے پورے طور پر واقف نہ تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ عرب میں اسلام کے ظہور سے قبل عیسائی راہبین کے معابد اور خانقاہیں کثرت سے موجود تھیں۔ اور مستشرقین کے نزدیک تصوف اسلامی دراصل عیسائی رہبانیت کی اسلامی صورت ہے۔ مگر یہ خیال بھی اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتا۔ ایک ہی قسم کے حالات میں دو مختلف افراد کا ظاہری طور پر ایک ہی طرز عمل اختیار کرنا ایک دوسرے کی نقل نہیں کہلا سکتا۔ جبکہ ان کے بنیادی مقاصد اور عقائد میں بعد المشرقین ہو۔

اکابر صوفیا کی زندگیوں اور تصوف کے اثرات اسلامی تاریخ پر بہت گہرے ہیں۔ جہانبانی کے نتیجہ میں عوامی رجحان ہمیشہ مادیت کی طرف ہو جاتا ہے۔ اور صوفیا نے ہمیشہ مسلمانوں میں اس رجحان کو روکنے کی کوشش کی ہے۔ اور چونکہ یہ آواز دنیا دار سلاطین، امراء اور عوام کے رجحان کے خلاف ایک مہمیز کے طور پر اٹھتی رہی ہے۔ اس لئے صوفیا کی اپنے وقت میں ہمیشہ ہی مخالفت رہی ہے۔ امام ابو حنیفہ۔ امام احمد بن حنبل۔ منصور الحلاج اور دیگر سینکڑوں صوفیاء کو حکام وقت نے جو تکالیف اور سزائیں دیں۔ وہ اسی وجہ سے تھیں۔ کہ انہوں نے ان حکام کو مادہ پرستی کے رجحانات سے روکنے کیلئے پوری جرأت سے تنقید کی۔ اور چونکہ فقہاء حکومت کے منظور نظر ہوتے تھے۔ اس لئے ان دونوں طبقوں میں بڑی چپقلش رہی ہے۔ اور آہستہ آہستہ یہ خیال پختہ ہو گیا۔ کہ شریعت اور طریقت دو متضاد راہیں ہیں۔ اس خیال کے پیدا کرنے میں ان غالی متصوفین کے طرز عمل اور غلط نظریات کی اشاعت کا بھی ہاتھ ہے۔ جو عیسائیوں کی طرح شریعت کے ظاہر پر عمل کرنا غیر ضروری خیال کرتے تھے۔ اور جن کے طرز فکر سے اباحت اور بدعملی کے دروازے کھلے۔ دوسری طرف فقہاء نے ان نام نہاد صوفیاء کے اعمال کو عوام کے سامنے پیش کیا۔ اور ان کی تصانیف سے وہ امور جو مجاز و استعارہ کی زبان میں ذکر کئے گئے تھے۔ ظاہر پر محمول کر کے ان کے خلاف محاذ قائم کیا۔

مگر اٹھارویں صدی کے نصف سے اس رجحان میں کمی واقع ہونی شروع ہوئی۔ سب سے پہلے حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب محدث دہلوی نے جنہیں جامع شریعت و طریقت کا لقب دیا جاتا ہے اس حقیقت کو وضاحت کے ساتھ پیش فرمایا۔ کہ شریعت اور طریقت دو متضاد راہیں نہیں۔ ایک ہی منزل کی دو راہیں ہیں۔ اور اب جبکہ علم کی اشاعت کے ذرائع کثرت سے موجود ہیں۔ یہ اختلاف ایک قصہ پارینہ بن کر رہ گیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بارے میں جو اصلاحات فرمائی ہیں۔ اور جس طرح اسلام کی حقیقت کو واضح فرمایا ہے۔ وہ تو ایک کھلی کتاب ہے اس پر ایک مستقل مقالہ کی ضرورت ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

## سوال؟

رسالہ الفرقان کی خریداری میں اضافہ کرنا آپ کا فرض قرار دیا گیا ہے۔ کیا آپ اس فرض کو ادا فرما چکے ہیں؟

# "بیسویں صدی کا پیغمبر"؟

دھلی کے اخبار ریاست نے لکھا ہے کہ:۔

"ہندوستان کے ڈپٹی ہائی کمشنر متعینہ لندن مسٹر عظیم حسین (جو مرحوم میاں سر فضل حسین کے صاحبزادہ ہیں) نے لندن کے انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن میں اس ہفتہ مہاتما گاندھی کے اسوۂ حسنہ پر تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"اسلام میں ہمارے ہاں پیغمبر کا ایک تصور ہے۔ اور وہ یہ کہ خدا مختلف زمانوں میں اپنے پیغمبر اور رسول دنیا میں بھیجتا ہے۔ اس پیغمبر کا یہ فرض ہے کہ وہ خدا کا یہ پیغام اپنے بندوں تک پہنچائے کہ انہیں اس دنیا میں اپنی نسل اور برادری کیساتھ کس طرح ہم آہنگ ہو کر زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت موسیٰ اسی نوع کا پیغام لے کر آئے تھے۔ لیکن صدیوں میں یہ خدائی پیغام یا تو مسخ ہو گیا یا فراموش کر دیا گیا۔ چنانچہ خدا نے ایک اور نبی حضرت عیسیٰ مسیح کو روانہ کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انسان کو خدا کا پیغام سکھایا اور دنیا میں امن کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا درس دیا لیکن جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا وہ گیا۔ چنانچہ خدا نے ایک اور پیغمبر رسول مقبولؐ کو دنیا میں بھیجا اور انہوں نے بھی خدا کا پیغام دنیا والوں کو سنایا۔ اب میں یہ کہوں گا کہ خدا نے بیسویں صدی میں مہاتما گاندھی جی کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا۔ خدا نے اس پیغمبر کو اس لیے بھیجا تاکہ وہ عہد جدید کے لوگوں کا علاج کرے اور انسانیت کو صراط مستقیم پر گامزن کرے۔ گاندھی جی نے ان ابدی اقدار اور صداقتوں کا سبق دیا جنہیں ماضی کے پیغمبروں اور ہندوستان کے رشیوں اور منیوں نے دیا تھا۔"

(۲۳ فروری ۱۹۵۹ء)

یہ بیان اسلام کے تصور نبوت و رسالت سے سراسر ناواقفیت پر مبنی ہے۔ فاضل مدیر "ریاست" نے مسٹر عظیم حسین صاحب کی برأت کے لئے لکھا ہے کہ:۔

"سوال یہ ہے کہ مسٹر عظیم حسین نے یہ کب کہا ہے کہ مہاتما گاندھی پیغمبر اسلام تھے؟"

مگر مسٹر عظیم حسین کے پورے بیان کی روشنی میں یہ بات کوئی وزن نہیں رکھتی۔ مسٹر عظیم حسین گاندھی جی کو زمرۂ انبیاء میں شامل کر رہے ہیں جو سراسر نادرست ہے۔ یہ درست ہے کہ گاندھی جی اپنی قوم کے بہت بڑے لیڈر تھے مگر کیا انہیں نبی اور رسول قرار دئے بغیر ان کی عزت نہیں ہو سکتی حالانکہ یہ واقعہ ہے کہ خود گاندھی جی نے کبھی بھی یہ نہیں کہا کہ وہ پیغمبر یا نبی ہیں۔ وہ ایک سیاسی لیڈر تھے۔ اور انہوں نے اپنی قوم کی اچھی خدمت کی ہے۔ پس مسٹر عظیم حسین صاحب کا بیان ان کی صریح غلطی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ نبوت کی حقیقت کا علم ہونے پر انہیں خود بخود اپنی غلطی کا احساس کر کے ندامت محسوس ہوگی۔

ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور ۲۰ فروری ۱۹۵۹ء نے اپنے شذرہ زیر عنوان "بیسویں صدی کا پیغمبر" میں مسٹر عظیم حسین صاحب کے بیان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"ہند کے مسلمانوں میں بعض ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے ہمتیں ہار چکے ہیں۔ اور اپنے آپ کو ایک ایسے اضطرار کے عالم میں مبتلا محسوس کرتے ہیں جس میں اس قسم کی غیر ذمہ دارانہ باتوں کو وہ اسی طرح مباح سمجھ بیٹھے ہیں۔ جس طرح ایک مضطر آدمی خنزیر کے گوشت کو اپنے لئے مباح سمجھ لیتا ہے۔ ..... گو ان کا یہ تصور قنوطیت کی ایک بدترین مثال ہے

(باقی صفحہ ۲ پر)

# روس میں مسلمان

وسطی ایشیا روس کے بہت سے وسیع مقبوضات میں سے ایک ہے جس میں مسلمانوں کی غالب اکثریت رہتی بستی ہے۔ روس میں مسلمانوں کی مجموعی تعداد ڈھائی تین کروڑ ہے۔ ان میں سے بیشتر ترکی النسل ہیں۔ یہ ترک قبائل گزشتہ ایک ہزار برس سے روس کی مشرقی و جنوبی سرحدوں پر رہتے ہیں۔ ان علاقوں کو زار کے عہد میں سولہویں اور انیسویں صدی کے مابین مغلوب کیا گیا تھا۔ یہ مسلمان تین علاقوں میں مرتکز ہیں۔ والگا۔ اورال علاقہ جسے زار ایوان (جسے تاریخ میں "خوفناک" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے) نے سولہویں صدی میں فتح کیا تھا۔ کوہ قاف جو انیسویں صدی کے نصف اوّل میں حاصل کیا گیا تھا۔ اور وسطی ایشیا جس کو زار الیگزینڈر دوم نے صدی کے وسط میں فتح کیا تھا۔ لیکن اس پر مکمل قبضہ ۱۹۲۰ء تا ۱۹۲۱ء میں ہوا۔ ممکن ہے بعض لوگوں کو یہ سن کر تعجب ہو کہ روس میں ترکیہ سے زیادہ ترک اور متحدہ عرب جمہوریہ سے زیادہ مسلمان رہتے ہیں۔

عہد زار میں مسلمانوں کو بڑی حد تک داخلی خود مختاری حاصل تھی۔ سولہویں اور سترھویں صدی میں ان مسلمانوں کو بہ جبر عیسائی بنانے کی کوشش کی گئی تھی لیکن مسلمانوں نے مقاومت کی اور بالآخر ملکہ کیتھرائن دوم کے عہد میں انہیں عبادت اور عقیدے کی آزادی دے دی گئی۔ مسلمانوں کی اکثریت یا تو بھیڑ بکریوں کے ریوڑ پالتی تھی یا کاشت کاری پر اس کا گزارہ تھا۔ بعض ... ان میں تجارت پیشہ تھے۔ اور بعض کاریگر اور دستکار تھے۔ ان کا روسی حکام سے کوئی واسطہ ہی نہیں پڑتا تھا۔ بجز اس کے کہ کبھی قیام امن کے لئے پولیس آ دھمکتی تھی تو کبھی مالگزاری کے ... آ جاتے تھے۔

تاہم مسلمانوں جیسی مقابلتاً پسماندہ آبادی میں بھی ان معاشی اور ذہنی اثرات کا ردِ عمل ہوتا رہا۔ جو گزشتہ ۵۰ سال سے روس میں پیدا ہوتے رہے۔ قازان اور باکو جیسے تیل کے بڑے بڑے مراکز میں انیسویں صدی میں مسلمانوں کا ایک سرگرم اوسط طبقہ جنم لینے لگا۔ یہ طبقہ جزوی طور پر تجارت پیشہ تھا اور جزوی طور پر کاروباری یہ لوگ اپنے ہم مذہبوں کا معیارِ حیات اور ثقافتی سطح بلند کرنے کی طرف توجہ دینے لگے۔ ان کی مالی امداد و تعاون سے تعلیمی مصلحین کا ایک گروپ کریمیا کی تاتار گیسپرنسکی کی قیادت میں، پہلی جنگِ عظیم سے ۲۰ سال بعد روس کے اندر مسلمانوں کے اصلاحی مدارس قائم کرنے میں کامیاب ہوا۔ ان جدید مدارس میں مغربی انداز میں اسلامیات کی تعلیم دی جانے لگی۔ نصابِ تعلیم میں ایسے مضامین بھی شامل کئے گئے۔ جن کی تعلیم کا پہلے رواج نہ تھا۔ ان مدارس اور مکاتب سے جو نوجوان طلباء اور مدرس نکلتے تھے۔ ان پر مشتمل ایک ایسا مسلم ذہین طبقہ تشکیل پا گیا۔ جن کے خیالات زیادہ تر اعتدال پسند اور سوشلسٹ تھے اور جن کی ہمدردیاں اور تعاون روس کی مخالف جماعتوں کے ساتھ تھا۔ یہ ساری جدید تحریک آگے چل کر [illegible] کہلانے لگی۔ یہ ایک ایسی ترقی یافتہ جماعت کی قوت کی نمائندگی کرنے لگی جو کٹر اور شدید مذہبی مسلم قیادت کی حامی نہ تھی۔

اس میں شک نہیں کہ یہ تحریک شروع شروع میں اصلاحی اور سماجی تھی۔ جس کا مقصد مسلمانوں کو ان قدیم رسم و رواج کے بندھنوں سے نجات دلانا تھا جو اسلام کے نام پر دینِ متین میں در آئے تھے۔ لیکن یہ جماعت جلد ہی نیم معاشرتی اور نیم سیاسی شکل اختیار کر گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ۱۸۶۱ء میں سرویول کی اصلاح کے بعد مدرس میں معنوضانی تحریک اندر ہی اندر شروع ہو چکی تھی جس کے دوران میں یوکرین کے کسان جوق در جوق مسلمانوں کی چراگاہوں اور زراعتی فارموں میں گھس کر ان پر قابض ہو گئے۔

اس کی وجہ سے از خود جو مخالفانہ تحریک شروع ہوئی وہ ۱۹۰۷ء تا ۱۹۱۱ء میں اس وقت اپنے عروج کو پہنچی جب کہ حکومت زار نے وزیر ستانی پن کی تجویز پر روس کی زائد آبادی کو سائبریا۔ دالگا۔ اورل علاقے اور ایشیا کے اوسط کے علاقوں میں بسانا شروع کیا جس میں مسلمان رہتے تھے۔ "اصلاح پسند" تحریک کے رہنما اس وقت ان مسلمانوں کے قائد بن گئے جو اپنے علاقوں پر غاصبانہ قبضہ کی وجہ سے ناراض اور پریشان تھے۔

جب روسی انقلاب برپا ہوا تو اصلاح پسند مسلم جماعت فوراً ہی سرگرم سیاسی جماعت بن گئی اور تنہا یا روس کے مخالف اداروں کے تعاون سے اس جماعت نے مسلم عوام کی تنظیم شروع کر دی۔ یہ لوگ عام طور پر اپنی کوششیں ان مسائل پر مرکوز کرنے لگے جن سے روسی مسلمان متاثر ہو رہے تھے۔ روسی آبادکاروں کی مسلسل آمد اور مسلمانوں کے اذہان پر کٹر مسلم رہنماؤں کا اثر۔ اس وقت خالص سیاسی مسائل کی نوعیت ضمنی سی تھی۔ اور مسلمان اس پر مطمئن تھے کہ انہیں اپنے اپنے علاقوں میں ایک طرح کی معاشی خود مختاری حاصل ہے۔

کل روسی مسلم کانگریس کے جو تین اجلاس مئی اور ستمبر ۱۹۱۷ء کے مابین ہوئے ان میں زیادہ تر سماجی اور ثقافتی مسائل ہی زیرِ بحث آئے۔ "اصلاح پسند" کامیاب ہو کر نکلے اور وہ ان تمام مذہبی اور ثقافتی اداروں پر چھا گئے جن کا اس سال انتخاب ہوا۔ اس طرح دنیا کے مسلمانوں میں جدید اصلاحات کی جو تحریک شروع ہوئی ہے اس کی ابتدا روسی مسلمانوں نے کی۔

لینن اور اس کے بالشویک ساتھی ابتدا ہی سے اصلاح پسند مسلمانوں کے بارے میں مشتبہ تھے۔ کیونکہ یہ لوگ اعتدال پسند ڈیموکریٹ یا منشویک سوشل ڈیموکریٹس کے ساتھ تعاون کیا کرتے تھے۔ لیکن مسلمانوں میں بالشویکوں کے حامیوں کی تعداد اتنی کم تھی (۱۹۱۷ء تک تو ایک مسلمان بھی بالشویک نہ تھا) کہ طاقت کے حصول اور اقتدار کی برقراری کے سلسلہ میں ہر اس مسلمان جماعت کی حمایت پر لینن آمادہ تھا جو اس کی حکومت کو تسلیم کرتی۔ لینن نے سٹالین کے توسط سے ۱۹۱۷-۱۸ء کے مابین مسلمانوں تک رسائی کی جتنی بھی کوششیں کیں۔ سب ناکام رہیں۔ لیکن بہت سے نوجوان مسلم مارکسسٹ جو لینن کے وعدوں پر یقین کرتے تھے کہ انہیں آزادی کے سلسلہ میں کورا چیک دے دیا جائے گا۔ اس طرف راغب ہوئے اور جیسے جیسے بالشویک اپنے راج کو زیادہ مضبوط اور مستحکم بنانے لگے۔ ویسے ویسے مسلمان دانشور انہی آسان شرائط پر بالشویک جماعت میں شریک ہونے لگے۔ لینن نے اپنے ان حامیوں کو اس کی کھلی آزادی دے دی کہ وہ سویت حکومت کے حق میں اندرون و بیرون ملک مسلم رائے عامہ کو ہموار کریں۔ جب جمہوری انقلاب کی امیدیں معدوم ہونے لگیں تو لینن نے مسلمان دانشوروں کے ساتھ معاملات طے کرنے کے سلسلہ میں زیادہ آمادگی کا اظہار شروع کر دیا کیونکہ اسے ان کا بہت سہارا تھا۔

اور انہی کے تعاون کے بل بوتے پر وہ اپنے مستقبل کے خاکوں میں رنگ بھرنا چاہتا تھا۔ لیکن روسی قلمرو کی ان مشرقی سرحدوں کو بالشویکوں نے جب دوبارہ فتح کر لیا۔ جو خانہ جنگی کے دوران آزاد و خود مختار ریاستوں میں تبدیل ہو چکی تھیں تو اس فتح کی وجہ محض مسلمان بالشویکوں کی سرگرمی اتنی نہ تھی۔ جتنی ان علاقوں کی روسی آبادی کی غیر متوقع وفاداری تھی۔ ان علاقوں کے روسی صدیوں سے حاکم، تاجر، سپاہی، کارکن یا زمیندار کی حیثیت سے اعلیٰ و برتر زندگی بسر کر رہے تھے۔ انہیں کسی طرح یہ گوارا نہ تھا کہ وہ اب اپنی ان مراعات یا مفادات سے محروم ہو جائیں۔ اور مقامی لوگ ان کے حکمران بنیں چنانچہ وہ ماسکو میں بالشویک حکومت کو اس لئے ترجیح دیتے تھے کہ حکومت روسی تو ہوگی۔ چنانچہ ١٩١٧ء سے ١٩٢١ء تک ان مسلم علاقوں میں ایک وحشیانہ قومی جنگ "پرولتاری آمریت" کے نام پر لڑی گئی اور اس طرح دہشت اور قتل و غارت گری کے ذریعہ ان تمام علاقوں پر ماسکو کے کمیونسٹوں کا دوبارہ غلبہ ہو گیا۔

بالشویکوں کی دوبارہ فتح اور چیرہ دستی نے مسلم بالشویکوں کے لئے ایک عجیب مشکل پیدا کر دی۔ ایک طرف تو وہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ نئی حکومت وہ اصلاحات نافذ کرے گی جو وہ چاہتے تھے۔ دوسری طرف انہیں مسلمانوں کی حالتِ زار کا احساس تھا۔ اس بحران کا اندازہ ونگا۔ تاتار کے سلطان گلیف کی مثال سے لگایا جا سکتا ہے۔ سلطان گلیف ایک اصلاح پسند، ایک جریدہ نگار اور پیشہ کے لحاظ سے ایک مدرس تھا۔ وہ ذہین، تیز، سرگرم اور مسلمانوں میں کافی مقبول تھا۔ سلطان گلیف اس توقع کے ساتھ بالشویکوں سے ملا کہ اسلام کی نجات سامراجیت اور سرمایہ داری کی تباہی سے ممکن ہے۔ کیونکہ سامراجیت اور سرمایہ داری کی اصل وجہ ایشیائی اور افریقی عوام کی پسماندگی ہے

لیکن خانہ جنگی کے تجربہ نے اس کی آنکھیں کھول دیں۔ اس نے یہ مطالبہ کیا کہ وسطی ایشیا میں ایک جداگانہ اور واحد مسلم جمہوریہ قائم ہو جس کی اپنی کمیونسٹ پارٹی ہو۔

١٩٢١ء تا ١٩٢٨ء میں سوویت یونین میں مسلمانوں کی زندگی ما قبل انقلاب نہج پر چل رہی تھی۔ لیکن ١٩٢٨ء میں ان پر ایسی ضربیں لگائی گئیں جن کے صدموں سے وہ اب تک بحال نہیں ہوئے۔ ان میں سے پہلی ضرب اجتماعیت تھی۔ جو مسلمانوں کے خانہ بدوش قبائل کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ انہوں نے اس کا مقابلہ کیا۔ مگر نتیجہ یہ نکلا کہ ١٩٢٦ء میں قازقوں کی آبادی اگر ٤٠ لاکھ تھی تو ١٩٣٩ء میں صرف اکتیس لاکھ رہ گئی۔

دوسری ضرب مسلم ثقافت کے خلاف جارحانہ کارروائی تھی سن ١٩٢٠ء سے ١٩٣٠ء تک ہزاروں مساجد زمین کے برابر کر دی گئیں۔ ملا اور دوسرے اسلامی رہنما گرفتار کر لئے گئے۔ اور ساری مذہبی آبادی معطل کر دی گئی۔ عربی رسم الخط پر پابندی عائد کر دی گئی۔ اس کی بجائے روسی رائج کی گئی تاکہ روسی مسلمان دنیا کے دوسرے مسلمانوں سے منقطع ہو جائیں۔

١٩٣٠ء میں تقریباً تمام مسلم دانشور اور ذہین طبقہ جلا وطن کر دیا گیا۔ اس طرح اصلاح پسندوں کا استیصال کیا گیا اور روسی مسلمان کو ماؤف، مفلوج کر دیا گیا۔ چنانچہ دوسری جنگِ عظیم کے دوران بہت سے ان مسلم علماء انتقاماً روس کے مخالف ہو گئے اور سٹالین نے لاکھوں اشخاص کو اس جرم میں جلا وطن کر دیا۔ ان میں کریمیائی تاتاری اور شمالی قفقاز کے مسلمان شامل تھے۔

سٹالین کی موت سے مسلمانوں کی زندگی میں کسی قدر تبدیلی آگئی۔ جلا وطنوں کو وطن واپس آنے کی اجازت ملی کسی حد تک مذہبی زندگی گزارنے کی آزادی ملی لیکن ١٩٥٩ء کے بعد سٹالین نے جو حکمتِ عملی اختیار کی تھی اس میں کوئی

ردو بدل نہیں ہوا۔ ۱۹۲۸ء کے قتلِ عام اور مظالم کے بعد روسی مسلمان ساری دنیا سے الگ تھلگ ہو گئے ہیں۔ اور اب ان کے بارے میں بہت کم سننے میں آتا ہے۔

اس تاریکی میں بھی امید کی بعض شعاعیں دکھائی دیتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ مسلمانوں پر بے پناہ مظالم کے باوجود ان میں پھوٹ نہیں پڑی۔ مسلم علاقوں میں لاکھوں روسی ۱۹۳۰ء کی دہشت انگیزی کے دوران اور اب خروشیف کی جانب سے بنجر علاقوں کو زیرِ کاشت لانے کی مہم کے تحت۔ جس طرح دھکیلے گئے۔ انہوں نے مسلمانوں کو نکال کر باہر نہیں کیا۔ بلکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ آباد ہوتے رہے تاہم ان میں باہمی میل ملاپ نہیں۔ مسلم معاشرے کی تحلیل کے لئے جو ثقافتی دباؤ استعمال کیا گیا تھا۔ اس میں بھی ناکامی ہوئی۔ اس میں شک نہیں کہ نوجوان نسل پر اسلام کی کوئی گرفت باقی نہیں رہی۔ تاہم ان میں قومی اتحاد پیدا ہو چکا ہے۔ اصلاح پسند طبقہ مارا جا چکا ہے۔ لیکن اس کا مشن پورا ہو چکا ہے۔ مسلم ذہین طبقہ روسی جانتا ہے۔ لیکن وہ فن اور پیشہ سیکھنے کے لئے اسے استعمال کرتا ہے۔

روسی مسلمان اس دور سے گزر رہے ہیں۔ جس دور سے سولہویں سے انیسویں صدی میں مغربی اقوام گزر چکی ہیں۔ کمیونسٹ حکومت کو اس کا احساس ہے۔ اور وہ بیداری کی روک تھام کے لئے ان پر کڑی نگرانی رکھے ہوئے ہے لیکن بیرونی مسلم دنیا اس حقیقت سے بے خبر ہے۔

(نوائے وقت لاہور)
۲۲ر فروری ۵۹ء

---

## (بقیہ "بیسویں صدی کا پیغمبر" صفحہ ۱۶)

تاہم یہ ان کے لئے فتنہ بن گیا ہے اور ان کی آنیوالی نسلوں کے لئے حد درجہ فال بد ہے ـــ اگر بھارت کے مسلمان ذرا ہمت سے کام لیں اور اعداء اللہ کی دلجوئی کے بجائے خدا جوئی کو سامنے رکھیں تو ہمیں یقین ہے ـ حق تعالےٰ انہیں ضائع نہیں کرے گا ـــ ہاں مرزا غلام احمد قادیانی کی امت کے لئے بھی یہ مسئلہ کافی حد تک قابلِ غور ہے۔ نبوت کا سلسلہ اگر جاری ہے۔ تو مسٹر عظیم حسین کے دعوے کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہوگا؟ کیونکہ اس نے گاندھی جی کی نبوت کی بنیاد بھی اسی مفروضہ پر رکھی ہے جس پر قادیانی صاحب کی امت نے رکھی ہے۔"

مدیر "الاعتصام" نے آخری سطور میں خواہ مخواہ ایک سوال پیدا کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ جماعت احمدیہ تمام اسلامی فرقوں کے عقیدہ کی طرح آنے والے مسیح موعود کی غیر تشریعی نبوت کی قائل ہے جو اسلام میں تجدیدِ دین کی غرض سے آنیوالا تھا یہ عقیدہ تو کسی مسلمان کا نہیں ہے کہ قرآن مجید کے بعد غیر مسلموں میں سے نبی آیا کریں گے۔ اس لئے اسلام میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ثمرہ کے طور پر غیر تشریعی نبوت کے جاری ہونے سے ہرگز یہ استدلال نہیں ہو سکتا۔ کہ گاندھی جی نبی تھے۔ اور مسلمان انہیں بیسویں صدی کا پیغمبر قرار دینے لگ جائیں۔ پس مسٹر عظیم حسین صاحب کا دعویٰ محض غلط اور سراسر خلافِ واقع ہے۔ ہم "الاعتصام" کو توجہ دلاتے ہیں کہ نبوت غیر تشریعی کا معاملہ تو خیر اختلافی ٹھہرا آپ حضرات کے نزدیک صدیق۔ شہدا اور صالح تو امت میں ہو سکتے ہیں۔ اور ان کا سلسلہ تو جاری ہے کیا آپ روا رکھیں گے کہ اس سلسلہ کے جاری ماننے کی وجہ سے گاندھی جی یا کسی اور غیر مسلم کو ان اسلامی درجات روحانیہ میں سے کسی کا حامل قرار دیا جائے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ ان تمام مراتب کو پانے کے لئے قرآن مجید نے "ومن یطع اللہ والرسول" کی شرط لازمی قرار دی ہے جو کسی غیر مسلم میں پائی نہیں جاتی۔ لہٰذا یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔

ترجمہ از انگریزی

# امریکہ میں مسلمان

(مترجم چوہدری عطاء اللہ۔ ایم۔ اے)

ریاستہائے متحدہ امریکہ میں کتنے مسلمان بستے ہیں؟ غالباً ساٹھ ہزار۔ یہ تعداد صحیح طور پر معین نہیں کی جا سکتی امریکہ میں کوئی سرکاری ادارہ جو مذہبی تفریق کے لحاظ سے لوگوں کی گنتی پر مامور ہو۔ نہیں ہے۔ اور نہ ہی عام مردم شماری مذہبی امتیاز کی مظہر ہوتی ہے۔

چند سال پیشتر امریکی مسلمانوں کے تخمینہ کے مطابق ریاستہائے متحدہ امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد پچاس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ لیکن موجودہ اندازہ ساٹھ ہزار ہے جس کا سبب یہ ہے کہ اب مزید اسلامی گروہ اپنے آپ کو ریاستہائے متحدہ کینیڈا کی مسلم ایسوسی ایشن میں مدغم کر چکے ہیں

امریکی مسلمان ہر نوع سے دیگر امریکی باشندوں کی کامل طور پر آئینہ داری کرتے ہیں۔ وہ ہر علاقہ اور ریاست میں پائے جاتے ہیں۔ اور ہر طرح کے پیشوں پر گذارہ کرتے ہیں یہ لوگ امریکہ میں مسلم ممالک سے آئے ہوئے ہیں۔ سارے مشرقی وسطیٰ اور شمالی افریقہ سے آئے ہوئے لوگ یہاں موجود ہیں۔ چنانچہ یہاں پاکستان۔ وسط یورپ کے البانوی اور یوگوسلاوی قبیلے۔ مشرقی یورپ کے رہنے والے وسط ایشیا کے ترکی و تاتاری اور جنوبی اور جنوب مشرقی ایشیا کے متعدد دیگر قبائل یہاں موجود ہیں۔

امریکہ میں قدیم ترین مسلمان مہاجرین نے اپنے پیشے اختیار کرنے میں دوسرے مہاجر قبیلوں کی تقلید کی ہے سب سے پہلے آنے والے مہاجرین نے انہیں جو ملازمت بھی دستیاب ہو سکی اختیار کر لی۔ ان میں سے بعض نے روپیہ بچا کر ذاتی کاروبار شروع کر لیا۔ یا خود کو اعلیٰ ملازمتوں کے قابل بنا لیا اور ساتھ ساتھ اپنی اولاد کو تعلیم دلاتے رہے یہاں تک کہ دوسری پشت نے بالعموم تعلیم سے فارغ ہو کر ڈاکٹری۔ قانون وغیرہ کے پیشے اختیار کئے۔ مثال کے طور پر ڈیٹرائٹ انجن سازی کی صنعت کا مرکز بن چکا ہے۔ جہاں ہزاروں امریکن جن میں مسلمان بھی شامل ہیں مصروف کار ہیں عرب ممالک سے ریاستہائے متحدہ میں آنے والے اکثر لوگوں نے تجارتی کاروبار شروع کیا۔ تجارتی کاروبار کی نوعیت مختلف طبقوں میں مختلف ہے۔ ٹولیڈو میں بیشتر مسلمان ہوٹلوں۔ شکاگو میں ذخائر پارچہ فروش اور کیڈر میں پنساری کی دکانوں کے مالک ہیں۔

امریکی مسلمانوں کے جملہ طبقات کی دوسری پشت میں بعض تبدیلیاں رونما ہونے لگی ہیں۔ سب سے بڑا لڑکا اکثر اپنے باپ کے قائم کردہ کاروبار کو سنبھالتا ہے۔ باقیماندہ چھوٹے لڑکے مختلف پیشوں کی تعلیم پاتے ہیں چنانچہ ان میں ڈاکٹروں۔ وکلا اور اساتذہ کی خاصی تعداد ہے۔ اس کے علاوہ بعض نے کارخانوں کی ملازمت کاشتکاری اور متفرق دیگر پیشے اختیار کر رکھے ہیں۔

یہ دوسری نسل امریکی رانچے میں ڈھل چکی ہے۔ انہوں نے امریکی سکولوں میں تعلیم حاصل کی ہے۔ امریکی زبان بولتے ہیں۔ بعض ریاستہائے متحدہ کی مسلح افواج میں بھرتی ہو کر جنگ عظیم دوم اور جنگ کوریا میں لڑائی کے فرائض ادا کر چکے ہیں۔

اس کے علاوہ انہوں نے اپنے والدین کی وساطت سے اپنے اسلاف کی علمی میراث بھی کسی حد تک حاصل کی ہے قرآن حکیم کے عربی متون کا فہم رکھتے ہیں بعض بہت رواں پڑھ سکتے ہیں۔ بعض کم۔ نیز انہوں نے والدین سے یا بڑی

# واقعۂ غارِ حرا۔ اور اس کی اہمیت !

(مرزا ناصر احمد متعلم فرسٹ ایر۔ ربوہ)

آج سے تقریباً چودہ سو برس کا عرصہ گذرا ہے کہ تمام دنیا پر اور بالخصوص ملک عرب پر تاریکی اور ظلمت کے تاریک بادل چھائے ہوئے تھے۔ جہالت شرک اور بدعت اپنی انتہا پر پہنچی ہوئی تھی۔ وہ خانہ کعبہ جسے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے کئی سال سخت قربانیاں جھیل کر صرف اس مقصد کے لئے تعمیر کیا تھا۔ کہ وہاں خدائے وحدہٗ لاشریک لہ کی عبادت اور بندگی کی جائے۔ وہاں کعبہ کے متولیوں نے ۳۶۰ بت بنا کر خدا تعالےٰ کی توحید کو پس پشت پھینک کر ان کی پرستش شروع کر دی تھی۔ وہ خانہ کعبہ جسے اس کے معماروں نے ایک مقدس مقام کی حیثیت دی تھی ۔ وہاں طرح طرح کی شرابیں پانی کی طرح بہائی جا رہی تھیں وہاں پر جوئے کی بازی پر لوگ اپنی بیویاں تک ہار بیٹھتے تھے اور انتہائی فحش قسم کی نظمیں خانہ کعبہ کی دیواروں پر آویزاں خدائے واحد و یگانہ کی وحدانیت کا منہ چڑا رہی تھیں۔

اسی دوران میں قریش کے ایک سردار کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام **محمد** رکھا گیا۔ یہ لڑکا جوں جوں جوانی کی طرف قدم بڑھاتا رہا۔ اس کا دل اپنی قوم کی طرف سے اچاٹ ہوتا گیا۔ وہ ان کی بدعتوں پر کڑھتا اور ان کی جہالت پر خون کے آنسوں بہاتا رہتا اس کی شادی بھی ہوئی۔ لیکن وہ اس کی حالت میں کوئی تغیر نہ کر سکی۔ آخر یہ حد آ پہنچی۔ کہ وہ گھر سے کئی کئی دن کا کھانا لے کر قریبی پہاڑی کے ایک غار میں جا کر اپنے خدا کو یاد کیا کرتا تھا۔ اور قوم کی اصلاح کے لئے دعائیں کرتا تھا۔ (یہ پیغمبر اسلام ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے) ایک مرتبہ جب آپؐ غارِ حرا میں اپنے خدائے حقیقی کو یاد فرما رہے تھے۔ تو حضرت جبرئیل آپ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا۔ اِقْرَاْ کہ پڑھ تو آپ نے فرمایا کہ مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ کہ مجھے تو پڑھنا نہیں آتا ۔ اس پر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گلے سے لگا تین مرتبہ بہت زور سے بھینچا۔ اور ہر بار آپ کو پڑھنے کو کہا۔ مگر آپ نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ اس پر انہوں نے آپ سے سورہ علق کی یہ آیتیں کہلوائیں۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝ یعنی تمام دنیا کو اپنے رب کے نام پر جس نے تجھ کو اور تمام کائنات کو پیدا کیا ہے۔ پڑھ کر آسمانی پیغام سنا دے کہ اس نے انسان کو اس طرز پر پیدا کیا ہے۔ کہ اس کے دل میں خدا تعالےٰ اور اس کی مخلوق کی محبت کا بیج پایا جاتا ہے۔ اور وہ انسان کو وہ وہ باتیں سکھانے پر آمادہ ہوا ہے۔ جو اس سے پہلے وہ نہیں جانتا تھا۔

یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک

اہم واقعہ تھا۔ چنانچہ اس کلام کے نزول اور رسالت کی تفویض کے بعد آپ کے دل پر ایک خوف اور کپکپی طاری ہوئی کہ کیا میں اتنی بڑی ذمہ داری کو ادا کر سکونگا۔ اگر کوئی اور آپ کی جگہ پر ہوتا تو اس کا سر غرور سے تن جاتا۔ کہ اسے خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ عظیم الشان کام سپرد کیا گیا ہے۔ یہ بات حضورؐ کے اعلیٰ اخلاق کو ظاہر کرتی ہے۔

اس کے بعد آپ گھبرائے ہوئے فوراً ہی اپنی بیوی حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے اور تمام واقعہ ان سے بیان فرمایا۔ کہ میں اس ذمہ داری کو کیسے اٹھا سکوں گا۔ کہیں مجھے ناکام و نامراد نہ ہونا پڑے۔ تو حضرت خدیجہؓ نے بے ساختہ فرمایا کہ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ خدا آپ کو ناکام اور نامراد کرے۔ اور وہ آپ کا ساتھ چھوڑ دے۔ جب کہ آپ رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتے ہیں۔ بے کس اور لاچاروں کی امداد فرماتے ہیں اور جو اخلاق دنیا سے مٹ چکے تھے وہ آپ کے ذریعے قائم ہو رہے ہیں۔ اور آپ مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ کیا ایسے انسان کو خدا ابتلاء میں ڈال سکتا ہے؟

پھر وہ حضور کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو عیسائی ہو چکے تھے چنانچہ جب انہوں نے یہ واقعہ سنا تو وہ بے اختیار پکار اٹھے کہ یہ تو وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ پر نازل ہوا تھا۔ انہوں نے کہا کہ کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں جب آپکی قوم آپکو اس شہر سے نکال دیگی۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حیران ہو کر فرمایا۔ کہ کیا میری قوم مجھے اس شہر سے نکال دے گی؟ تو ورقہ نے کہا کہ ہاں جو نبی بھی ایسی تعلیم لے کر آیا۔ اس کے ساتھ اس کی قوم نے بہت برا سلوک کیا اور یہانتک کی وہ اپنے وطن سے جو اسے بہت ہی عزیز ہوتا ہے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔

یہ واقعہ اپنی ذات میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اول تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوا اور خدا تعالےٰ نے آپؐ کو اپنی خاص رحمت اور اپنے کلام سے مشرف فرمایا۔ دوسرے حضرت خدیجہؓ کی شہادت ایک ایسی ٹھوس اور جامع شہادت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور سچے نبی ہونے کی کہ اس کا جواب مغربی محققین اور مستشرقین کے پاس بھی نہیں ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو حضرت خدیجہ سے عمر میں پندرہ سال چھوٹے تھے۔ اور جن کی تمام عمر حضرت خدیجہ کے سامنے گذری۔ جو آپ کو شروع سے جانتی تھیں۔ ان کی یہ شہادت جب آپ نے چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اور کبھی کسی دوسرے سے بدسلوکی سے پیش نہیں آئے تھے۔ اب ایک دم خدا پر کس طرح اتنا بڑا جھوٹ بول سکتے ہیں۔ ایک دن میں انسان میں اتنی کایا پلٹ نہیں ہو سکتی کہ پچھلے دن تو وہ خدا کی پرستش میں دن رات مگن نظر آتا تھا۔ اور اسے اپنے کھانے پینے لباس کی پرواہ نہ تھی۔ اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے میں اپنے تن من دھن کی بازی لگاتا تھا۔ اور اگلے ہی دن اس میں ایسا تغیر رونما ہوا کہ خدا کے متعلق جھوٹ بولنے لگ گیا۔ اور جو ہر کام میں خاکساری دکھایا کرتا تھا۔ اب یکایک خود نمائی کرنے لگ گیا ہے۔

سچے نبی کی ابتدائی زندگی کی دلیل ایک ایسی دلیل ہے۔ جس کا مخالفین کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا۔ وہ اس واضح حقیقت کو دل میں مانتے ہیں۔ مگر زبان سے اقرار کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ قرآن پاک میں بھی اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا ہے یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ۔ کہ جیس

طرح اپنی بیوی کی پاکدامنی اور عصمت کے پیش نظر ہر شخص یہ یقین کر لیتا ہے کہ یہ اولاد میری ہی اولاد ہے اسی طرح یقین کیا جانا چاہیئے کہ یہ شخص واقعی مامور من اللہ ہے۔

اس واقعہ سے ہمیں خدا تعالےٰ کے عَلِیمٌ خَبِیرٌ ہونے پر بھی دلیل ملتی ہے وہ اس طرح سے کہ لوگوں کو معمولی دنیاوی علوم جاننے کے لئے استادوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور کئی سالوں کی لگاتار محنت کے بعد ان کو کسی علم میں کچھ شدبد پیدا ہوتی ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ ایک امی شخص تھے اور معمولی لکھنا پڑھنا بھی نہ جانتے تھے۔ ایک ہی دن کے اندر دنیا کی بہترین اور اعلیٰ و افضل تعلیم کے حامل ہوگئے۔ جو صرف اور صرف خدا کے رحم و کرم کا نتیجہ تھی۔ آپؐ پر نازل شدہ کتاب قرآن پاک ایک ایسی عمدہ اور افضل تعلیم دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے کہ تمام دوسری اور انسانوں کی خود ساختہ کتابیں اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ یہ امر خدا تعالےٰ کی حکمت اور اس کے عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیر کو بھی ثابت کرتا ہے۔

ایک نہایت واضح فرق جو ایک سچے اور جھوٹے مدعی نبوت میں کیا جا سکتا ہے وہ ہمیں اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ ہمیشہ سچے نبی کی شروع میں تکذیب کی جاتی ہے اس کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی جاتی ہیں۔ اور اس سے ہر قسم کا ناروا سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کو اپنے وطن عزیز سے ہجرت کر جانے پر بھی بسا اوقات مجبور ہو جانا پڑتا ہے۔ جیسا کہ ہمیں ورقہ بن نوفل کی گواہی سے معلوم ہوتا ہے جب کہ انہوں نے کہا کہ کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں۔ جب اے محمدؐ تیری قوم تجھ کو اس شہر سے نکال دے گی۔ اس کے برخلاف ایک جھوٹے مدعی نبوت کو خدا تعالےٰ کچھ عرصے تک ڈھیل دیتا ہے۔ اور اس کو کچھ کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن وہ اپنا انجام اس دنیا میں ہی دیکھ لیتا ہے اس کے ساتھی اور دست راست جن کے بھروسے پر وہ اعلان نبوت کرتا ہے۔ ایک ایک کر کے چھوڑ دیتے ہیں اور وہ ناکامی کی موت مرتا ہے۔ ڈاکٹر ڈوئی اور مسیلمہ کذاب کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔

اس واقعہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے۔ جب حضور کو منصب رسالت دیا جاتا ہے تو آپ گھبرا جاتے ہیں۔ اور انکساری سے کام لیتے ہیں۔ اگر آپ کی جگہ کوئی اور شخص ہوتا تو وہ اکڑ جاتا اور اس کا سر فخر سے تن جاتا کہ آج اسے خدا تعالےٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا ہے اور اس کی طرف سے اسے نبوت حاصل ہوئی ہے۔

الغرض یہ واقعہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ اور آپ کے اسوۂ حسنہ پر روشنی ڈالتا ہے اور آپؐ کی زندگی کا ایک نیا دور شروع کرتا ہے۔ اسی طرح تمام مسلمانوں کے لئے بھی اس کا جاننا اور اس کی اہمیت کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ اس سے ہمیں بہت سے اخلاقی اور روحانی سبق ملتے ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے انسان کو ہدایت حاصل ہو سکتی ہے اور جن کی پیروی کرنے سے وہ اپنے مولائے حقیقی کے قرب میں جگہ حاصل کر سکتا ہے۔

**رعائت** بروقت چندہ خریداری بذریعہ منی آرڈر بھیجنے والے فیس منی آرڈر چندہ میں سے وضع کر لیا کریں۔ یعنی چار روپے چودہ آنے کا منی آرڈر کر دیا کریں۔

(مینیجر)

# تضمین بر مناجات

## حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

از جناب تبسم قریشی مدیر "غازی" گجرات

جُز ترے لطف و کرم کے ہے کہاں کوئی کفیل  -  تیرا بندہ ہو چکا اغیار کے در پر ذلیل
بے کسی پر اس کی خندہ زن ہیں دنیا کے رذیل  خُذْ بِلُطْفِكَ يَا إِلٰهِيْ مَنْ لَهُ زَادٌ قَلِيْل
مُفْلِسًا بِالصِّدْقِ يَأْتِيْ عِنْدَ بَابِكَ يَا جَلِيْل

شوقِ عصیاں کا رہا ہے عمر بھر دل کا ندیم  کر عطا فضل و کرم سے دولتِ قلبِ سلیم
بھولے بسرے پر ہو مولا! رحمتِ لطفِ عمیم  ذَنْبُهُ ذَنْبٌ عَظِيْمٌ فَاغْفِرِ الذَّنْبَ الْعَظِيْم
إِنَّهُ شَخْصٌ غَرِيْبٌ مُذْنِبٌ عَبْدٌ ذَلِيْل

بھا گئی تھی دل کو دُنیا کی سیہ کاری و لہو  اس کی سرمستی، ادائیں اور دل داری و لہو
لذّتِ جرم و خطا، حسنِ گنہگاری و لہو  مِنْهُ عِصْيَانٌ وَنِسْيَانٌ وَسَهْوٌ بَعْدَ سَهْو
مِنْكَ إِحْسَانٌ وَفَضْلٌ بَعْدَ إِعْطَاءٍ جَزِيْل

دل کے افعالِ شنیعہ کی نہیں تھی کوئی حد  رہنما اس کے سدا تھے کینہ و بغض و حسد
گن نہیں سکتا کوئی جو بھی کیے اعمالِ بد  قَالَ يَا رَبِّ ذُنُوْبِيْ مِثْلُ رَمْلٍ لَا تُعَدّ
فَاعْفُ عَنِّيْ كُلَّ ذَنْبٍ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْل

ماسوا کی آگ سے مجھ کو مرے مولا بچا — کرنہ ڈالے یہ کہیں ایمان کی پونجی تبہ
ہر گھڑی، ہر لحظہ دل سے یہ نکلتی ہے دُعا — قُلْ لِنَارٍ اَبْرِدِیْ یَا رَبِّ فِیْ حَقِّیْ کَمَا

قُلْتَ یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا فِیْ حَقِّ الْخَلِیْل

تیرے در پر سر فگندہ ہے مری بے چارگی — صدقۂ آلِ محمدؐ ہو عطا ئے برتری
روندتے رہتے ہیں پیہم اضطراب و بے بسی — عَافِنِیْ عَنْ کُلِّ دَاءٍ وَاقْضِ عَنِّیْ حَاجَتِیْ

اِنَّ لِیْ قَلْبًا سَقِیْمًا اَنْتَ تَشْفِیْ لِلْعَلِیْل

نام کو باقی نہیں مجھ میں کسی شے کا غرور — اک ترے محبوبؐ کی اُمّت کا دعویٰ ہے ضرور
جانتا ہے تو بھی جو کہتا ہوں میں غیب و حضور — اَنْتَ شَافِیْ اَنْتَ کَافِیْ فِیْ مُھِمَّاتِ الْاُمُوْر

اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ حَسْبِیْ اَنْتَ لِیْ نِعْمَ الْوَکِیْل

تیری درگہ میں ہے میری عرض با قلبِ سلیم — اب تو میری بے کسی کر دُور اے ربِّ رحیم
بھولے بھٹکے کو دکھا دے پھر صراطِ مستقیم — رَبِّ ھَبْ لِیْ کَنْزَ فَضْلٍ اَنْتَ وَھَّابٌ کَرِیْم

اَعْطِنِیْ مَا فِیْ ضَمِیْرِیْ دُلَّنِیْ خَیْرَ الدَّلِیْل

خود فریبی میں گزارا عمر کا اک ایک پل — ارتکابِ جرم میں ڈھونڈا کیا مشکل کا حل
ہر ارادے نیک میں آتا رہا پیہم خلل — کَیْفَ حَالِیْ یَا اِلٰھِیْ لَیْسَ لِیْ خَیْرُ الْعَمَل

سُوْءُ اَعْمَالِیْ کَثِیْرٌ زَادُ طَاعَاتِیْ قَلِیْل

کر دے آئینہ صفت دل کی تمناؤں کو صاف — ہو زبان و دل کو تیری بندگی کا اعتراف
دل کے نورِ حسن سے روشن ہو عالم تا بقاف — ھَبْ لَنَا مُلْکًا کَبِیْرًا نَجِّنَا مِمَّا نَخَاف

رَبَّنَا اِذْ اَنْتَ قَاضٍ، وَالْمُنَادِیْ جِبْرَائِیْل

کامرانی کو ترستی ہے ترے بندے کی روح — کر شفاعت سے تبسّم کو بھی سرشار فتوح
تا بکے یہ شامِ غم، محرومیٔ جامِ صبوح — اَیْنَ مُوْسٰی اَیْنَ عِیْسٰی اَیْنَ یَحْیٰی اَیْنَ نُوْح

اَنْتَ یَا صِدِّیْقُ عَاصٍ تُبْ اِلَی الْمَوْلَی الْجَلِیْل

# فضیلت صحابہ کرامؓ

## از روئے قرآن مجید

(از مکرم چوہدری محمد اکبر صاحب افضل شاہد)

### قسط دوم

دلیل نمبر ۱۱:- اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

" اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ
اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْفَآئِزُوْنَ ۝ یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ
وَرِضْوَانٍ وَجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ
مُّقِیْمٌ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ
عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝ " (سورۃ توبہ ع)

ترجمہ:- وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنے مالوں (کے ذریعہ سے بھی) اور جانوں کے ذریعہ سے (بھی) جہاد کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجہ میں بہت بلند ہیں۔ اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ اُن کا رب ان کو اپنی عظیم الشان رحمت کی خبر دیتا ہے۔ اور اپنی رضا مندی اور ایسی جنتوں کی بھی جن میں ان کے لئے دائمی نعمت ہوگی وہ ان میں بستے چلے جائیں گے (یاد رکھو کہ) اللہ تعالیٰ کے پاس یقیناً بہت بڑا اجر ہے"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے صحابہ کی خوبیاں بیان فرمائی ہیں۔ کہ ان قربانیوں کے حاملین اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا درجہ اور رتبہ رکھتے ہیں۔ اور ان کو ہر قسم کی نعمتیں دنیا میں بھی اور جنت میں بھی میسّر ہوں گی۔ اگر ان صحابہؓ سے جانوں کی قربانی کا مطالبہ ہوتا ہے تو وہ فوراً اپنے آپ کو پیش کر دیتے ہیں۔ اور اگر خدا تعالیٰ کے راستہ میں مالوں کی قربانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو وہ خوشی سے اپنے مال نچھاور کر دیتے ہیں۔ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے راستہ میں مالی قربانی کی ضرورت ہے۔ تو حضرت عمرؓ ابن الخطاب اپنے گھر گئے اور نصف سامان لا کر پیش کر دیا لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے گھر کا تمام اثاثہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر کر دیا۔ جب حضرت ابوبکرؓ سے آپؐ نے دریافت فرمایا۔ تو فرمانے لگے گھر میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا نام باقی ہے۔ تو دیکھو یہ کتنی بڑی قربانی ہے۔ جس سے انہوں نے اپنے ایمان کا ثبوت دیا ہے۔

دلیل نمبر ۱۲:- اللہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے۔

" فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ
وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا
مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ
لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ ۔"

(سورۃ آل عمران ع۱۷)

ترجمہ:- اور تو اس عظیم الشان رحمت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے (تجھے دی گئی) ہے ان کے لئے نرم واقع ہوا ہے۔ اور اگر تو بد اخلاق اور سخت دل ہوتا تو یہ لوگ تیرے گرد سے تتر بتر ہو جاتے۔ پس تو انہیں معاف کر دے اور ان کے لئے (خدا سے) بخشش مانگ اور حکومت (کے معاملات) میں ان سے مشورہ لیا کر۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے کہ تو نہایت اعلیٰ اخلاق کا حامل ہے اور نرم دل ہے دوسری جگہ بھی فرمایا اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (سورۂ قلم) آیت زیر نظر میں صحابہ کرام کے متعلق فرمایا کہ ان کو بھی آپ سے ایسی محبت ہو چکی ہے کہ تیرے گرد ہی جمع رہیں گے۔ اور یہ ایمان کے بہت پختہ ہیں اگر آپ کو مشورہ کی ضرورت ہو تو ان سے معاملات اسلامی میں مشورہ لیا کریں۔ پس اگر (نعوذ باللہ) ان کے ایمان میں شبہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ایسے کلمات ہرگز نہ فرماتا۔

**دلیل نمبر ۱۳:-** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ
هُمُ الْغٰلِبُوْنَ" (سورۂ مائدہ ع)

ترجمہ:- اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور مومنوں کو اپنا دوست اور اپنا مددگار بناتے ہیں وہ سمجھ لیں کہ یقیناً اللہ کی جماعت ہی غالب ہونے والی ہے۔"

قرآن مجید کے اس ارشاد میں یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو مددگار بناتے ہیں وہ کامیاب ہو جائیں گے۔ اور غالب ہوں گے۔ اس گروہ کو حِزْبُ اللّٰه یعنی اللہ تعالیٰ کا گروہ قرار دیا ہے پس جب صحابہ کرامؓ کی شان میں اللہ تعالیٰ نے بہترین کلمات فرمائے ہیں۔ تو ان کے بارہ میں کوئی بُرا کلمہ کہنا اپنے اعمال کو ضائع کرنے مترادف ہے۔

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

"اِنِّیْ اَکْرَهُ اَنْ تَکُوْنُوْا سَبَّابِیْنَ۔"

(نہج البلاغت جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۴۴۴)

کہ جو لوگ کسی کو گالی دیں یا بُرا بھلا کہیں۔ ان کو میں ناپسند کرتا ہوں بلکہ ان سے نفرت کا اظہار کرتا ہوں۔

اس کے بعد حضرت امام باقر علیہ السلام کا ارشاد ملاحظہ فرمائیے۔ جابرؓ نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

"مَا شَهِدَ رَجُلٌ عَلٰى رَجُلٍ بِكُفْرٍ
قَطُّ اِلَّا بَاءَ بِهٖ اَحَدُهُمَا اِنْ كَانَ
شَهِدَ عَلٰى كَافِرٍ صَدَقَ وَاِنْ كَانَ
مُؤْمِنًا رَجَعَ الْكُفْرُ عَلَيْهِ فَاِيَّاكُمْ
وَالطَّعْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ"

(اصول کافی مطبوعہ نولکشور کتاب الایمان والکفر صفحہ ۵۴۴)

ترجمہ:- کوئی آدمی اگر کسی آدمی کو کافر کہتا ہے۔ تو دونوں میں سے کوئی نہ کوئی کافر ہو جاتا ہے۔ جس کو کافر کہا گیا۔ اگر وہ شخص واقعی کافر ہے تو اسے کافر کہنے والا سچا ہوا۔ ورنہ کہنے والے پر کفر لوٹ آتا ہے اور کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ پس اے مسلمانو! مومنوں پر طعنہ زنی سے بچتے رہو۔

پھر محمد بن مرتضیٰ صاحب جو ایک نامور مفسر ہیں۔ وہ اپنی تفسیر میں زیر آیت وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ نقل کرتے ہیں۔

"وَفِي الْكَافِيْ عَنْهُ (اَيْ عَنِ الصَّادِقِ) فِيْ حَدِيْثٍ وَاِيَّاكُمْ

وَسَبَّ اَعْدَاءِ اللّٰہِ حَیْثُ
یَشْتِمُوْنَکُمْ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ
عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ - وَ فِی
الاعتقادات عنہ اَنَّہٗ قِیْلَ اِنَّا
نَرٰی فِی الْمَسْجِدِ رجلاً یَسُبُّ
اَعْدَاءَکُمْ وَیَسُبُّہُمْ فقال
مَالَہٗ لَعَنَہُ اللّٰہُ یُعَرِّضُ بِنَا قَالَ
اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ
یَدْعُوْنَ الخ "

(منقول از افحام العنید صـ)

ترجمہ :- کافی میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ اے لوگو۔ اپنے آپ کو بچاؤ اللہ کے دشمنوں کو بُرا کہنے سے۔ کیونکہ وہ بدلہ میں اپنی جہالت اور عداوت کی وجہ سے اللہ کو بُرا کہیں گے۔ اور اعتقادات میں امام صادقؑ سے مروی ہے۔ ان کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ کہ مسجد میں ایک شخص آپ کے دشمنوں کو علی الاعلان سب و شتم کرتا ہے۔ فرمایا اس کو کیا ہوا خدا اس پر لعنت کرے۔ وہ ہمیں گالیاں دلوانا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ الخ

**دلیل نمبر ۱۴:-** پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ
اَنْفُسَہُمْ وَاَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ
الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ
الآیۃ - (سورۃ توبہ ع۱۴)

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو (اس وعدہ کے ساتھ) خرید لیا ہے۔ کہ ان کو جنت ملے گی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لڑتے ہیں

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ کہ مومنوں کو مالی اور جانی قربانی کا حکم تھا۔ انہوں نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور یہ وعدہ بھی فرمایا تھا۔ کہ جو شخص اپنا مال اور جان خدا تعالیٰ کی راہ میں دے گا یعنی جہاد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کریگا مومنین نے کما حقہ ایثار کا بہترین نمونہ دکھایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلہ میں انہیں جنت میں داخل کر دیا۔

**دلیل نمبر ۱۵:-** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِہِمُ الْاِیْمَانَ
وَاَیَّدَہُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ وَیُدْخِلُہُمْ
جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ
خٰلِدِیْنَ فِیْہَا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا
عَنْہُ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَآ اِنَّ
حِزْبَ اللّٰہِ ہُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝"

(سورۃ مجادلہ ع۳)

ترجمہ:- یہی مومن ہیں۔ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش کر دیا ہے۔ اور اپنی طرف سے کلام بھیج کر ان کی مدد کی ہے۔ اور وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہ ان میں رہتے چلے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا۔ اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔ وہ اللہ کا گروہ ہیں۔ اور سن رکھو کہ اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہوا کرتا ہے۔

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ ان کو روح من اللہ کی تائید حاصل ہے۔ یہ ایمان لانیوالے کون ہیں۔ یہ حضور اکرمؐ کے صحابہ ہیں۔ جن کے متعلق آپ نے فرمایا ہے:-

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِہْتَدَیْتُمْ

میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جس کی

بھی تم پیروی کروگے وہ تم کو راہ راست تک یا منزل مقصود تک پہنچا دے گا۔ یہ کتنی بڑی خوبی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں پائی جاتی تھی۔

**دلیل نمبر ۱۶**:۔ اللہ تعالےٰ سورۂ نور میں فرماتا ہے۔

"وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا۔ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔" (سورۂ نور ع ۷)

**ترجمہ**:۔ اللہ تعالےٰ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنیوالوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا۔ جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا۔ اور جو دین اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے۔ وہ ان کے لئے اسے مضبوطی سے قائم کر دے گا۔ اور ان کے خوف کی حالت کے بعد وہ ان کے لئے امن کی حالت تبدیل کر دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ اور کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے اور جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کریں گے۔ وہ نافرمانوں میں سے قرار دیئے جائیں گے۔

استخلاف کے مقاصد اللہ تعالےٰ نے یہ بیان فرمائے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے دین کو تقویت پہنچے گی اور خوف کی حالت کو امن سے بدل دیا جائیگا۔ یہ باتیں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں کامل طور پر ظہور پذیر ہوئیں۔ چنانچہ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو فوراً بعد ایک فتنہ ارتداد برپا ہوگیا۔ اور مانعین زکوٰۃ پیدا ہوگئے۔ دوسرے چھوٹے مدعیان نبوت کھڑے ہوگئے۔ مثلاً اسود عنسی مسیلمہ کذاب وغیرہ۔ اور اسلام کی حالت نہایت نازک ہوگئی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت ابو بکرؓ کو کھڑا کرکے اس بدامنی اور ان فتنوں کا قلع قمع کر دیا۔ اور بظاہر جو خوف کی حالت نظر آرہی تھی اسے امن سے بدل دیا۔

**دلیل نمبر ۱۷**:۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

"وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْا اُولِى الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا۔" (سورۂ نور ع ۳)

**ترجمہ**:۔ اور تم میں سے دین و دنیا میں فضیلت رکھنے والے اور کشائش رکھنے والے لوگ قسم نہ کھائیں کہ اپنے رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کے راستہ میں ہجرت کرنے والوں کی مدد نہ کریں گے۔ اور چاہیئے کہ وہ عفو سے کام لیں اور درگزر کریں۔"

جب حضرت عائشہؓ پر بہتان باندھا گیا۔ تو بہتان باندھنے والوں میں حضرت ابو بکر کے پروردہ مسطح بھی شامل تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ناراض ہو کر ان کا خرچ بند کر دینا چاہا۔ تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے ان کو فضیلت اور بزرگی والا قرار دیا ہے۔ جب اللہ تعالےٰ نے ان کو یہ خطاب دیا ہے۔ تو ہم انکار کرنے کی جرأت کیسے کر سکتے ہیں۔

**دلیل نمبر ۱۸**:۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

"اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِىَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِى الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ

سَکِیۡنَتَہٗ عَلَیۡہِ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوۡدٍ لَّمۡ تَرَوۡہَا وَجَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوا السُّفۡلٰی ۔ وَکَلِمَۃُ اللّٰہِ ہِیَ الۡعُلۡیَا ۔ وَاللّٰہُ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ ؕ"

(سورۃ توبہ ع ۶)

**ترجمہ:** ۔اگر تم اس رسول کی مدد نہ کرو تو یاد رکھو) اللہ تعالےٰ اس وقت بھی مدد کر چکا ہے ۔ جبکہ اسے کافروں نے صرف ایک ساتھی کی معیت میں نکال دیا تھا۔ وہ دونوں غار میں تھے ۔ یاد کرو جب وہ اپنے ساتھی (حضرت ابوبکرؓ) سے کہہ رہا تھا۔ کہ غم نہ کرو۔ اللہ تعالےٰ یقیناً ہمارے ساتھ ہے ۔ پس اللہ تعالےٰ نے اس پر اپنی سکینت نازل کی اور اس کی ایسے لشکروں سے مدد کی ۔ جن کو تم نہیں دیکھتے تھے ۔ اور ان لوگوں کی بات کو نیچا کر دیا۔ جنہوں نے کفر کیا تھا اور اللہ ہی کی بات اونچی ہو کر رہتی ہے ۔ اور اللہ بڑا غالب اور حکمت والا ہے ۔"

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس ساتھی کا ذکر ہے اس سے مراد حضرت ابوبکرؓ صدیق ہیں ۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان طبرسی میں زیر آیت ثانی اثنین اِذۡ ہُمَا فِی الۡغَارِ ..... لکھا ہے

"ثانی اثنین یعنی انہ کان ھو وابوبکر فی الغار لیس معھما ثالث .......

اِذۡ یَقُوۡلُ لِصَاحِبِہٖ ای یقول الرسول لابی بکرؓ"

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوبکرؓ تھے اِذۡ یَقُوۡلُ لِصَاحِبِہٖ یعنی جبکہ نبی اکرمؐ حضرت ابوبکرؓ سے فرما رہے تھے ۔

پھر حضرت ابوبکرؓ کا صدیق ہونا بھی ثابت ہے ۔ چنانچہ تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں زیر آیت ثانی اثنین اذ ھما فی الغار بروایت امام جعفر صادقؒ لکھا ہے۔

"لما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الغار قال لابی بکرؓ کانی انظر الی سفینۃ جعفر واصحابہ فقال ابوبکر تراھم یا رسول اللہ قال نعم قال فَارِنیھم فمسح علی عینیہ فرآھم فقال لہ رسول اللہ انت الصدیق ۔"

(تفسیر قمی مطبوعہ ایران صفحہ ۱۵۷)

ترجمہ: ۔ غار ثور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ میں جناب جعفر طیار اور ان کے اصحاب کو سمندر سے جاتے ہوئے کشتی پر سوار دیکھتا ہوں حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے بھی دکھائیں ۔ حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکرؓ کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ بھی انہیں دیکھنے لگ گئے ۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انت الصدیق"۔ تو واقعی صدیق ہے ۔

پس اس حوالہ سے حضرت ابوبکرؓ کا صاحب الغار اور صدیق ہونا واضح ہو جاتا ہے ۔

دلیل نمبر ۱۹ ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔

"وَلَقَدۡ کَتَبۡنَا فِی الزَّبُوۡرِ مِنۡۢ بَعۡدِ الذِّکۡرِ اَنَّ الۡاَرۡضَ یَرِثُہَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوۡنَ ؕ" (سورۃ انبیاء ع ۷)

**ترجمہ:** ۔ بے شک ہم نے الذکر (تورات) کے بعد زبور میں لکھا ہے ۔ کہ زمین موعودہ (کنعان) کے میرے صالح بندے وارث ہوں گے ۔

چنانچہ تورات کتاب پیدائش باب ۱۷ آیت ۸ میں ہے ۔

"میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا ملک جس پر تو پردیسی ہے

۔ دیتا ہوں کہ ہمیشہ کے لئے ملک ہو۔"
اور زبور میں لکھا ہے۔

"لیکن جو دل کے حلیم ہیں۔ زمین کے
وارث ہوں گے جن پر ان کی برکت ہے۔
اور جن پر اس کی لعنت ہے۔ کٹ جائیں گے"

(زبور باب ۳۷ آیت ۲۲)

اسلام کے ظہور کے بعد اب اس موعودہ زمین کے پہلے وارث حسب وعدہ تورات و زبور و قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاںنثار خلیفہ دوم اور مومن صحابی حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین ہوئے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالےٰ نے حضرت عمرؓ کو عبد صالح قرار دے کر آپ کے ایمان اور اخلاص پر شہادت دی ہے۔

دلیل نمبر ۱۲۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔
"اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ"
(سورۃ الحجر ع ۱)

ترجمہ:۔ ہم نے ہی قرآن مجید کو نازل کیا ہے۔ اور ہم خود ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

شیعہ تفاسیر میں قرآن مجید کی حفاظت اور اِنّا لہ لحافظون کے معنے یوں درج ہیں۔

"لحافظون عن الزیادۃ و النقصان والتحریف والتغییر عن قتادۃ وابن عباس ومثلہ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ وقیل معناہ نتکفل بحفظہ الی آخر الدھر علی ما ھو علیہ فتنقلہ الامۃ وتحفظہ عصراً بعد عصرٍ الی یوم القیامۃ"

(تفسیر مجمع البیان جلد ۴ صفحہ ۲۵)

یعنی ہم قرآن مجید کو ہر قسم کی زیادتی و کمی، تحریف اور تبدیلی سے محفوظ رکھیں گے۔ قتادہ اور ابن عباسؓ نے یہ معنے کئے ہیں۔ یہی مفہوم دوسری آیت لا یاتیہ الباطل میں مذکور ہوا ہے۔ بعض مفسرین انا لہ لحافظون کے معنے یہ کرتے ہیں۔ کہ ہم قرآن مجید کو ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھیں گے۔ اس میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو سکے گی۔ امت اسے ہر زمانہ میں قیامت تک صحیح طور پر محفوظ نقل کرتی جائے گی۔"

حضرت عثمانؓ نے قرآن مجید کی بہت خدمت کی ہے۔ قرآن مجید کو ہر قسم کے تغیر اور تحریف سے بچانے کی خدمت میں حضرت عثمانؓ گویا خدا تعالےٰ کے ہاتھ نظر آتے ہیں۔ آپ نے بہت بڑی اسلامی خدمت انجام دی ہے اللہ تعالےٰ نے ان کے متعلق اپنی رضا اور خوشنودی کا اظہار بھی فرمادیا۔

آخر میں اللہ تعالےٰ کے حضور دعا ہے۔ کہ وہ ہم سب کو اپنی چادر رحمت میں ڈھانپ لے آمین
۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

## ضروری اعلان

رسالہ کی خریداری اور چندہ وغیرہ کی رقوم "مینیجر الفرقان ربوہ" کے نام ارسال فرمائیں۔
مضامین اور اطلاعات ایڈیٹر کے نام روانہ فرمائیں۔ میری ڈاک کا پتہ فی الحال حسب ذیل ہے۔
ابو العطاء جالندھری۔ احمد نگر۔ ربوہ۔

# صفائی ــ اور ــ اس کے متعلق ضروری امور

(از جناب ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب)

۲

اب ہم گھر کی صفائی کی بابت لکھتے ہیں۔ عورت گھر کی ملکہ ہے۔ گھر کی صفائی کی تمام ذمہ داری اس پر پڑتی ہے۔ باورچی خانہ غسل خانہ۔ نالیاں اور پاخانہ یہ گھر کے وہ حصے ہیں۔ جہاں سے ہر طرح کی بیماری اور تکلیف شروع ہوتی ہے اب ہم ہر حصہ کو علیحدہ علیحدہ بیان کریں گے۔

## باورچی خانہ

آج کل تقریباً ہر گھر میں باورچی خانہ ہوتا ہے۔ دیہات میں اور غرباء کے گھروں میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے ممکن ہے باورچی خانہ نہ ہو۔ لیکن وہاں بھی کھانے پکانے کے واسطے ایک خاص جگہ مقرر ہوتی ہے۔ اس جگہ کا فرش اور دیواریں تو بظاہر ہر شخص ہی صاف رکھتا ہے۔ چولہا بھی صاف ہوتا ہے۔ دوسرے ترقی یافتہ ممالک میں تو آج کل بجلی کے چولہے ہیں۔ جو خود ہی صاف ہوتے ہیں۔ یہاں بھی اب تیل کے چولہے آگئے ہیں۔ جو نسبتاً صاف ہوتے ہیں بہر حال چولہے کو صاف رکھنا ضروری ہے۔ اگر چولہا اونچا ہو۔ اور ہماری عورتوں کو کھڑے ہو کر کھانا پکانے کی ہی عادت ہو جائے۔ تو صفائی زیادہ رہ سکتی ہے۔ اسی طرح پکانے کا سامان اور برتن وغیرہ اونچی جگہ رکھے ہوئے ہوں تو وہ بھی محفوظ رہ سکتے ہیں۔ باورچی خانہ میں جو شخص بھی گھستا ہے۔ اس کے پاؤں کے جوتے اور پاؤں کا گند اس کے ساتھ جاتا ہے۔ اگر نیچے فرش پر کھانا پکانے اور برتن رکھنے کا انتظام ہو۔ تو یہ گند آسانی سے ان میں لگ سکتا ہے۔ اگر اونچی جگہ بنانا ناممکن ہو تو برتنوں وغیرہ کے رکھنے کے واسطے ضرور اونچی جگہ ہو۔ اور اس پر لکڑی کا تختہ لگا ہو۔ جس کو خوب صاف رکھا جائے۔ اس پر برتن صاف کر کے اگر الٹا کر کے رکھ دیئے جائیں تو ان میں گرد و مکھی وغیرہ نہیں جائے گی۔ برتن اندر سے صاف رہیں گے۔ ہنڈیا وغیرہ پکا کر اس کو بھی اونچی جگہ اچھی طرح ڈھانک کر رکھا جائے۔ روٹی پکا کر صاف کپڑے میں لپیٹ کر صاف برتن یا صاف چنگیر میں رکھی جائے۔ چنگیر اکثر میلے ہو جاتے ہیں۔ ان کو بھی گاہے گاہے صابون برش اور گرم پانی سے دھوتے رہنا چاہیئے۔ باورچی خانہ کو ڈرائنگ روم یا بچوں کے کھیلنے کی جگہ نہیں بنانا چاہیئے گندے پاؤں اور گندے جوتے لیکر باورچی خانہ میں نہ جائیں۔ کھانے کی اشیاء اور برتنوں کو ہاتھ صابون و پانی سے دھوئے بغیر نہ چھوئیں۔ گرم برتنوں کو اٹھانے کے واسطے جو کپڑا استعمال ہو وہ صاف ہو۔ اور نیچے فرش پر نہ پڑا ہو۔ بلکہ کسی ایسی جگہ رکھا ہو جہاں سے مٹی اور گند وغیرہ اس پر نہ پڑے۔ برتنوں کو گندی مٹی سے نہ مانجیں بلکہ چولہے کی راکھ اس مطلب کے واسطے استعمال کریں۔ صاف کئے ہوئے برتنوں کو چوبیس گھنٹوں میں ایک دفعہ جوش کھاتے ہوئے پانی میں سے ضرور ڈبو کر نکالیں۔ دیگچوں وغیرہ میں جوش کھاتا ہوا پانی بھر لیں۔ پھر ان کو قرینہ کے ساتھ

Rhems

پر رکھیں۔ دیگچی اور ہانڈی وغیرہ اگر الٹی کرکے رکھیں تو اچھا ہے۔ فرش پر گرے ہوئے خوراک کے ٹکڑے یا سالن وغیرہ خوب صاف کر دیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے تو فرش اور دیواروں کے نیچے کے حصّہ پر D.D.T یا فینائل لوشن چھڑک دیں اس سے مکھیاں اور دیگر حشرات الارض باورچی خانہ میں نہیں گھسیں گے باورچی خانہ کا باہر کا دروازہ اور کھڑکیاں جالی دار ہوں تاکہ مکھیوں سے محفوظ ہو سکے۔ برتنوں کو دھوتے وقت ان میں بچی ہوئی خوراک یا سالن وغیرہ نالی میں نہ پھینکیں بلکہ ایک ڈھکن دار ٹین یا کسی ایسے ہی برتن میں جمع کرتے رہیں۔ اس کو مہتر صاف کر دے گا۔ اس کو بھی صاف کرکے اس میں فینائل وغیرہ ڈالی جائے۔ کھانا پکاتے اور گھر کا دوسرا کام کرتے وقت اگر ایک صاف ایپرن پہن لیا جائے تو اس سے اپنے کپڑے بھی محفوظ رہیں گے اور کھانے کی اشیاء بھی صاف رہیں گی اسی طرح سر پر دوپٹے کی جگہ اگر ایک صاف سفید رومال باندھ لیا جائے۔ اس سے بال بھی قابو میں رہیں گے اور کھانے کے برتنوں میں بال یا کپڑا بھی نہیں گرے گا۔ شروع شروع میں یہ باتیں ذرا مشکل نظر آئیں گی لیکن جلدی ہی ان کی عادت پڑ جائے گی پھر کوئی بھی مشکل نظر نہیں آئے گی۔ ٹائیفائڈ بخار اور پیٹ کے اکثر امراض باورچی خانہ سے شروع ہوتے ہیں۔ خوراک پر مکھیاں بیٹھتی ہیں سڑتی ہے۔ اور یہ امراض کے باعث بنتے ہیں۔ دودھ کی حفاظت ضروری ہے۔ دودھ کو جوش دے کر کسی برتن میں ڈھانک کر کسی صاف اور ٹھنڈی جگہ رکھ دیں۔ رات کو کھانا جالی دار الماری میں ٹھنڈی اور صاف جگہ رکھیں آجکل ریفریجریٹر چلے ہیں لیکن ان کو امراء کا طبقہ ہی استعمال کر سکتا ہے وہ بھی صرف اسی جگہ جہاں بجلی کی سپلائی موجود ہو بہر حال جالی دار الماری ہو یا کچھ اور یہ بھی خوب صاف رکھی جائے اور کتے بلی جانوروں سے محفوظ ہو۔ باورچی خانہ اور خوراک کی حفاظت کے متعلق موٹی موٹی باتیں لکھ دی ہیں۔

## نالیاں

اوّل تو نالیوں میں برتنوں میں بچی ہوئی خوراک ہرگز نہیں ڈالنی چاہیئے اسیطرح بچوں کا پاخانہ پیشاب بھی ان میں نہ ہو اور نہ ہی ان میں ایسی چیزیں ڈالی جائیں جن سے پانی کا بہاؤ بند ہو جائے۔ نالیوں کو صاف رکھا جائے صبح و شام ان کو صاف پانی سے دھو کر ان میں فینائل لوشن ڈالا جائے

## صحن

صحن کا فرش پختہ ہو۔ دیہات اور غرباء کے گھروں میں پختہ کرنے کا سامان ملنا مشکل ہوتا ہے۔ وہاں عموماً خام ہی ہوتا ہے صحن کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کا لیول ایسا ہو کہ بارش وغیرہ کے پانی کا بہاؤ نالی کی طرف ہو اس میں گڑھا وغیرہ نہ ہو تاکہ پانی اس میں جمع نہ ہو۔ صحن کو صاف رکھا جائے اور غلاظت خواہ کسی قسم کی ہو صحن میں نہ ڈالی جائے۔ اور کپڑوں کے چیتھڑے پھٹے ہوئے کاغذ۔ اینٹ پتھر اس میں نہ پھینکے جائیں بچوں کا پاخانہ بھی اس میں نہ ہو بچے کچھے ٹکڑے پھلوں کی گٹھلیاں اور چھلکے بھی نہ پھینکے جائیں غرضیکہ نہایت صاف رکھا جائے۔ اگر کوئی چیز اس میں رکھی جائے تو مناسب طریقہ پر رکھی جائے اگر کپڑے سکھانے کے واسطے کوئی رسی وغیرہ باندھی جائے تو اس طرح پر باندھی جائے کہ چلنے پھرنے میں حارج نہ ہو ضرورت کے وقت باندھ لی جائے پھر کھول دی جائے۔ اگر صحن بڑا ہے جیسا کہ دیہات میں ہوتا ہے تو اس کے ایک حصہ میں باغیچہ لگایا جائے۔ اس میں اگر جگہ کافی ہے تو پھل دار درخت بھی لگائے جائیں۔ یہ باغیچہ بھی ایسا ہو کہ اس میں چلنے کی روشیں بھی ہوں اور ہر چیز خوبصورتی کے ساتھ ہو۔ جھاڑ جھنکار پیدا نہ ہونے دیا جائے۔ شاخیں

تراشیدہ اور خوبصورت ہوں سبزی اور ترکاری بھی لگانی چاہیئے۔ اس سے خوبصورتی بھی اور فائدہ بھی دونوں ہی باتیں حاصل ہو سکتی ہیں۔

## غسل خانہ

غسل خانہ کی صفائی نہایت ضروری امر ہے۔ اس میں نہانے اور کپڑے دھونے کا کام ہوتا ہے۔ اس کا فرش اور برتن صاف ہونے چاہئیں۔ نہانے اور کپڑے دھونے کے بعد صابون اور میل والا پانی صاف کر کے صاف پانی سے اچھی طرح دھوئیں۔ ورنہ غلاظت کے علاوہ پھسلن پیدا ہو جاتی ہے۔ جس پر پھسل کر انسان گر جاتا ہے۔ غسل خانہ کو بھی فینائل لوشن سے دن میں کم از کم ایک دفعہ دھونا چاہیئے۔ غسل کرتے وقت اور کپڑے دھونے کے وقت پانی کے چھینٹے برتنوں میں نہ گریں۔ پینے کا پانی اور استعمال کے برتن غسل خانہ میں نہ رکھنے چاہئیں۔ غسل خانہ میں کھونٹیاں وغیرہ ہوں جن پر تولیہ اور کپڑے لٹکائے جا سکیں۔ ایک ضروری بات یہ ہے کہ سردیوں میں انگیٹھی میں کوئلوں کی آگ غسل خانہ میں رکھ کر دروازہ بند کر دینا سخت خطرناک ہے۔ اس طرح کوئلوں کی گیس کے زہر سے کئی موتیں ہو چکی ہیں۔ غسل خانہ کو پاخانہ کی جگہ استعمال کرنا نہیں چاہیئے۔ اگر اس میں پانی کا نل ہو تو اس کو ضرورت کے وقت کھولیں اور پھر بند کر دیں۔ فضول پانی ضائع نہ کریں۔ یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ باورچی خانہ۔ پاخانہ اور غسل خانہ کا فرش پختہ سیمنٹ کا بنا ہوا ہو۔ اسیطرح تمام نالیاں پختہ اور سیمنٹ کی بنی ہوں۔ تاکہ گندا پانی نیچے زمین میں جذب نہ ہو اور ان سب کا ڈھول ایسا ہو کہ پانی کے بہاؤ میں کسی طرح کی رکاوٹ نہ ہو۔

## پاخانہ

اب ہم مکان کے اس حصہ پر بحث کرتے ہیں۔ جس کی صفائی از حد ضروری ہے۔ جہاں سے تمام بیماریاں پیدا ہوتی ہیں وہ پاخانہ ہے۔ یہاں مکھیاں اور دوسرے اڑنے والے کیڑے پاخانہ پر بیٹھتے ہیں۔ اور پھر یہی اڑ کر ہماری خوراک پر بیٹھتے ہیں جس کے باعث ہماری خوراک جراثیم آلودہ ہو جاتی ہے۔ اوّل تو ہمارے پاخانوں کا انتظام ہی ایسا ہے کہ پاٹ میں گند کھلا ہوا ہوتا ہے مکھیوں کے علاوہ اس میں سے بدبو اٹھتی ہے۔ اکثر گھروں میں تو صاف کرنے والی مہترانی صرف ایک دفعہ آتی ہے۔ گویا چوبیس گھنٹہ تک یہ گند جمع ہوتا رہتا ہے۔ سب سے اچھا تو (FLUSH SYSTEM) ہے جس میں حاجت رفع کرنے کے بعد پانی بہا دیا جاتا ہے اور سب گند فوراً صاف ہو جاتا ہے۔ افسوس ہے یہ سسٹم ہمارے بڑے شہروں میں بھی تسلی بخش نہیں قصبہ جات اور دیہات کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ میں چند ہدایات لکھتا ہوں اگر ان پر عمل کیا جائے تو ایک حد تک فائدہ ہو سکتا ہے۔

1۔ پاخانہ میں فرش پختہ سیمنٹ کا بنا ہو۔ اسی طرح سے بیٹھنے کی جگہ اور نالیاں بھی سیمنٹ کی پختہ ہوں

2۔ رفع حاجت کی جگہ اور آبدست لینے کی جگہ علیحدہ علیحدہ ہو۔

3۔ پاٹ اس طرح کا ہو کہ اس پر ڈھکن ہو جو رفع حاجت کے وقت اٹھ سکے اور اس کے بعد ڈھانک دیا جائے تاکہ گند کھلا نہ رہے۔ اس کے بنانے میں ذرا تکلیف تو ہوگی اور خرچ بھی آئے گا۔ لیکن بہت سی بیماریوں سے نجات مل جائے گی۔ اہل خانہ کو اس کا استعمال سکھایا جائے بچوں کے واسطے یہ پاٹ علیحدہ لکڑی کی کرسی کی طرح کا بنا کر اس میں برتن رکھ دیا جائے۔ بچہ جب حاجت رفع کر چکے تو اس کو لکڑی کے ڈھکن سے جو اس پر قبضہ کے ساتھ لگا ہو ڈھک دیا جائے۔

4۔ غرباء اور دیہات کے لئے جہاں یہ چیزیں ملنی مشکل

ہوں خشک مٹی یا راکھ وغیرہ ایک برتن میں رکھی ہو۔ رفع حاجت کے بعد گند پر یہ مٹی ڈال دی جائے جس سے یہ گند بالکل ڈھک جائے۔ آبدست کے واسطے علیحدہ سیٹ ہو تاکہ پانی وغیرہ گند والے پاٹ میں نہ گرے

5 - یہ تمام جگہ اور پاٹ وغیرہ مہترانی سے خوب صاف کرانے چاہئیں

6 فینائل لوشن یا D.D.T. وغیرہ اس جگہ میں کھلے دل سے استعمال کریں۔ ان کچا چونا بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ لیکن صرف وہاں جہاں کہ فینائل وغیرہ دستیاب نہ ہو سکے۔

7 - پینے اور استعمال کا پانی غسل خانہ میں نہیں رکھنا چاہئے اچھے اور صاف برتنوں میں جمع ہو۔ جو ڈھکے ہوئے ہوں۔ ان برتنوں کو چوبیس گھنٹہ میں ایک دفعہ خالی کرکے خوب صاف کریں اور تازہ پانی بھریں۔ گندے ہاتھ، باہر کے چھینٹوں، مکھی، گرد وغیرہ ——— ان سب سے ان کو بچائیں پانی کو اکثر بچے گندا کر دیتے ہیں بچوں کی پہنچ سے یہ بالا ہوں پانی نکالنے کے لئے کوئی چھوٹا برتن یا ٹین ان میں نہ ڈالیں۔ پانی انڈیل کر نکالا جائے۔ یا پانی نکالنے والا ٹین ہینڈل والا ہو۔ اور کسی ایسی جگہ رکھا یا لٹکایا جائے جو بالکل محفوظ ہو۔ فرش یا نیچے یا کسی اور ایسی جگہ نہ رکھا جائے۔ جہاں سے اس پر کسی طرح کی مٹی گرد یا غلاظت نہ لگ جائے۔ اسی طرح راشن کی چیزیں۔ آٹا۔ دال چاول گھی وغیرہ سب چیزیں نہایت احتیاط کے ساتھ ڈھانک کر رکھی جائیں تاکہ ان میں باہر سے کوئی چیز نہ گرے۔ نہ ہی چوہا بلی وغیرہ ان تک پہنچ سکے۔ ہمیشہ یہ عادت ڈالنی چاہئے کہ چیز کو جہاں سے اٹھایا جائے۔ استعمال کے بعد صاف کرکے احتیاط سے اسی جگہ رکھ دی جائے۔ نیز ہر چیز اس کی مناسب جگہ رکھی جائے۔ گھر کی خوبصورتی سامان کے زیادہ ہونے پر نہیں۔ بلکہ ان کے مناسب استعمال اور صفائی اور کارآمد حالت میں ہونا اور مناسب جگہ پر رکھنے میں ہے۔ اگر گھر کے سب لوگوں میں ایسی عادت پڑ جائے تو گھر ہمیشہ خوبصورت اور صاف رہے گا یہی حال کپڑوں وغیرہ کا ہے۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ کپڑے نہایت قیمتی ہوں اگر ارزاں کپڑے موسم کے لحاظ سے اچھے سلے ہوئے ہوں اور صاف رکھے جائیں پہننے والا بھی اچھے طریقے کے ساتھ پہنے۔ وہی نہایت اچھے معلوم ہوں گے۔ گھر کے ایک آدمی کے کرنے سے گھر صاف نہیں رہ سکتا۔ یہ طریقہ تو سب گھر والوں کو سکھانا ہوتا ہے۔ اور سب کا ہی اس پر عمل کرنے سے گھر صاف رہے گا ورنہ نہیں۔

## پڑوس

اپنے گھر کے بعد ہمیں اپنے پڑوس کو بھی صفائی کی اہمیت بتانی چاہئے بلکہ خود ان کی مدد کرنی چاہئے۔ اپنے گھر کو آپ خواہ کتنا ہی صاف رکھیں لیکن اگر آپ کا پڑوس گندا ہے۔ اس کا اثر ضرور آپ پر پڑے گا۔ اس پڑوس سے آپ کے گھر میں مکھی، مچھر اور دیگر تکلیف دہ جانور آئیں گے اور وہاں کی غلاظت آپ کے گھر لائیں گے۔ اور نتیجہ یہ ہوگا کہ بیماری آپ تک ضرور پہنچے گی۔ ہمسایہ ہو یا دوسرے شہری ان سب کو صفائی کی اہمیت بتانی چاہئے۔ سکولوں میں بچوں کو باقاعدہ صفائی سکھانی چاہئے جلسوں میں، پمفلٹوں میں، اخباروں رسالوں کے ذریعہ غرضیکہ ہر طرح سے کوشش کرنی چاہئے کہ عوام الناس صفائی سیکھیں حکام کا بھی فرض ہے کہ پبلک کو صفائی سکھائیں اور پھر سختی کے ساتھ اس پر عمل کرائیں۔ سکولوں میں بچوں کی تربیت نہایت ضروری ہے۔ کھیلنے کی جگہ صاف ہو۔ پانی کی جگہ صاف ہو۔ پاخانہ پیشاب کی جگہ نہایت صاف ہو۔ ان کے کپڑے ان کی کتابیں کاپیاں وغیرہ بیٹھنے کی جگہ بھی غرضیکہ استاد کا فرض ہے کہ ہر ایک طرح [illegible]

کھائیں۔ سکول کے دروازے پر بیڑی والے نہایت گندی چیزیں بچوں کے پاس بیچتے ہیں۔ بچے وہی گندی چیزیں سڑک پر ہی بیٹھ کر اور رکابی یا کاغذ پر رکھے ہوئے کھاتے ہیں۔ پھلوں کے چھلکے وہیں سڑک پر پھینک دیتے ہیں۔ ان چیزوں کو کھا کر وہ خود بیمار ہوتے ہیں اور پھلوں کے چھلکوں پر سے گزرنے والے پھسل کر گرتے ہیں۔ ہر سکول میں ایک ٹک شاپ ہونی چاہئے جس کی صفائی اور اشیاء کی دیکھ بھال سکول انتظامیہ کے ذمہ ہو۔ بچوں کے بیٹھنے اور کھانے کی جگہ باقاعدہ بنی ہو۔ اگر بچے کچھ کھانا چاہیں تو یہاں بیٹھ کر کھائیں۔ باہر سڑک پر نہ کھائیں۔ اسی طرح حکام کا فرض ہے کہ وہ ان بیڑی والوں کو سکولوں کے سامنے نہ کھڑا ہونے دیں۔ اور ان کی گندی چیزیں پھنکوا دیں۔

**مکانوں کا سامنا حصہ۔** ہمارے ہاں یہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ گھر کی تمام گندی چیزیں باہر دروازہ کے سامنے پھینک دی جاتی ہیں۔ بچے پاخانہ پیشاب بھی گھر کے دروازہ کے سامنے کرتے ہیں۔ گائے بھینس اور مرغیوں وغیرہ کا گند سب گھر کے سامنے پھینک دیا جاتا ہے۔ یہ نہ صرف گھر کے سامنے حصہ کو ہی گندا کرتا ہے بلکہ پبلک کے واسطے خطرناک ہونے کے باعث خلاف قانون بھی ہے۔ یہ تمام گندی چیزیں ان کی مناسب جگہوں میں ڈالنی چاہئیں۔ گھر کا سامنا حصہ نہایت صاف اور خوبصورت ہو۔ بچوں کو ہدایت کرنی چاہئے کہ وہ گھر کے سامنے کسی طرح کا گند نہ گرائیں۔ گھر کے لوگ بھی کوڑا کرکٹ باہر دروازے کے سامنے نہ پھینکیں۔ اسی طرح دکاندار اپنی دوکانوں کا کوڑا کرکٹ اور کباڑ سامنے سڑک پر نہ پھینکیں۔ پھل مثلاً خربوزہ۔ آم وغیرہ کھاتے وقت لوگ چھلکے بیچ راستے میں پھینک دیتے ہیں۔ اس سے نہ صرف گند پھیلتا ہے بلکہ اکثر اوقات مسافر غریب پھسل کر گر پڑتا ہے۔ اور بعض وقت تو سخت زخمی ہو جاتا ہے۔ لوگ خاص کر بچے ٹوٹی ہوئی بوتلیں۔ کانچ کے ٹکڑے۔ میخیں اور ایسی چیزیں سڑک پر پھینک دیتے ہیں جو چلنے والوں کے واسطے سخت خطرناک ثابت ہوتی ہیں۔ ان کو اس طرح نہیں پھینکنا چاہئے۔ سڑکوں اور نالیوں کی صفائی کا ذمہ تو حکومت کا ہے۔ لیکن شہر والے اس ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ اگر شہر والے لوگ اپنے مکان۔ اپنی سڑکیں اور نالیاں صاف رکھنی چاہیں اور حکام کے ساتھ اس معاملہ میں تعاون کریں تو شہر صفائی اور خوبصورتی کا نمونہ بن سکتا ہے۔ پانی کے نلکے ہی لے لو اگر کوئی بھلا مانس اسکو اپنی ضرورت کے واسطے کھولتا ہے۔ تو اس ضرورت کے بعد اس کو یہ توفیق نہیں ملتی کہ بند بھی کردے۔ اس سے نہ صرف پانی ہی ضائع ہوتا ہے بلکہ ارد گرد کی ساری جگہ خراب ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر ہر شخص ٹریفک کے قواعد وضوابط کی پابندی کرے۔ تو نہ صرف حادثات ہی کم ہو جائیں گے۔ بلکہ سڑکیں اور جگہیں بھی اچھی نظر آئیں گی۔ گدھا۔ گھوڑا۔ بیل و دوسرے جانور بھی سڑک پہ نہ باندھے جائیں یہ سب نہ صرف گند پھیلاتے ہیں۔ بلکہ پبلک کی آمد و رفت میں حارج ہوتے ہیں۔ ریڑھی میں مختلف سودے بیچنے والے بھی پبلک کے لئے ایک عذاب بنے ہوئے ہیں۔ اسی طرح موٹروں۔ موٹر سائیکلوں اور سائیکلوں کی مرمت والے سڑک کو ہی گیراج بنائے ہوئے ہیں ان سب کو پبلک جگہ استعمال کرنے سے روکا جائے۔ میونسپلٹی نے جو کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ بنائی ہیں۔ ان کو ایسی بری طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ کہ ان جگہوں کے اندر یہ گند کم لیکن باہر بہت زیادہ پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ پھر اٹھانے والے اس طرح اٹھاتے ہیں کہ بہت سا کوڑا کرکٹ ادھر ادھر پھیل جاتا ہے۔

"باقی پھر"

# سوالات اور اُن کے جوابات

سوال اول :- شب برات کیا ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے ؟ (مستری ناصر احمد۔ احمد نگر)

الجواب :- پندرہ شعبان کی رات یعنی ۱۴/۱۵ شعبان کی درمیانی شب کو شب برات کہا جاتا ہے۔ عربی زبان میں اسے لیلۃ البراءۃ کہتے ہیں۔ براءت کے معنے پاک و بری ہونے کے ہیں اور فارسی میں برات قسمت کو کہتے ہیں۔ احادیث نبویہ کے رو سے اس رات کے یہ دونوں نام درست ہیں۔ ذیل میں مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۱۴-۱۱۵ سے چار احادیث درج کی جاتی ہیں۔

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلہا وصوموا یومہا فان اللہ تعالٰی ینزل فیہا لغروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول ألا من مستغفر فاغفر لہ ألا مسترزق فارزقہ ألا مبتلی فاعافیہ ألا کذا وکذا حتی یطلع الفجر۔

(ابن ماجہ)

ترجمہ :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب پندرھویں شعبان کی رات ہو تو اس رات کو خاص طور پر تہجد پڑھا کرو اور اس دن روزہ رکھا کرو۔ کیونکہ اس رات میں غروب آفتاب سے لے کر طلوع فجر تک اللہ تعالٰی قریب ترین آسمان پر نزول فرماتا ہے۔ یعنی اس کی خاص رحمت کا نزول ہوتا ہے اللہ تعالٰی کہتا ہے کہ کون آج استغفار کرتا ہے تا میں اسے معاف کردوں ؟ کون آج رزق مانگتا ہے تا میں اسے رزق دوں ؟ کونسا بیمار صحت کا خواہاں ہے کہ اسے صحت عطا کروں وغیرہ ؟

(۲) عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ تعالٰی لیطلع فی لیلۃ النصف من شعبان فیغفر لجمیع خلقہ الا لمشرک او مشاحن

(رواہ ابن ماجہ واحمد)

ترجمہ :- رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی شعبان کی درمیانی شب کو جھانکتا ہے۔ اور اپنی ساری مخلوق کو جو استغفار کر رہی ہو معاف فرماتا ہے۔ سوائے مشرک اور کینہ توز کے۔

(۳) عن عائشۃ رضی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ھل تدرین ما فی ھذہ اللیلۃ یعنی لیلۃ النصف من شعبان قالت ما فیہا یا رسول اللہ فقال فیہا ان یکتب کل مولود بنی آدم فی ھذہ السنۃ وفیہا ان یکتب کل ھالک من بنی آدم فی ھذہ السنۃ وفیہا ترفع اعمالہم وفیہا تنزل ارزاقہم ......

...... (رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر)

ترجمہ :- حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ شعبان کی پندرھویں رات میں کیا برکات ہیں ؟ میں نے کہا کہ حضور ہی فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس رات میں اس سال میں پیدا ہونے والے بچوں کا فیصلہ ہوتا ہے ایسا ہی دوران سال میں

مرنے والوں کا بھی۔ نیز انسانوں کے اعمال صالحہ قبول کئے جاتے ہیں۔ اور ان کے ارزاق کا بھی فیصلہ ہوتا ہے۔۔۔۔"

(۴) قال ان اللّٰہ تعالیٰ ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم کلب۔

(رواہ الترمذی وابن ماجہ)

**ترجمہ:**۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعبان کی پندرھویں رات کو اللہ تعالیٰ قریب کے آسمان پر خاص تجلی فرماتا ہے اور کلب قبیلہ (جو بہت بکریاں پالتے تھے) کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ تعداد میں لوگوں کو بخشتا ہے۔"

ان احادیث نبویہ سے شعبان کی پندرھویں رات یعنی شب برات کی فضیلت ظاہر ہے۔ دراصل اب چونکہ رمضان المبارک کی آمد آمد ہوتی ہے اس لئے آسمانوں پر ایک روحانی انقلاب شروع ہو جاتا ہے۔ اور انسانی قلوب کو تیار کرنے کے لئے رحمت الٰہی جوش پر ہوتی ہے ان احادیث کو بعض محدثین نے کمزور بھی قرار دیا ہے۔ مگر فی الجملہ یہ شب برات کی برکت پر دال ہیں۔ اس شب میں ذکر الٰہی کی طرف خاص توجہ ہونی چاہیئے۔ اس روحانی کیفیت کے علاوہ اس رات میں حلوے وغیرہ پکا کر کھانا **بدعت** ہے اور **آتشبازی** چھوڑنا تو صریح طور پر اسلامی شریعت کے منشاء کے خلاف ہے۔ واللّٰہ اعلم بالصواب۔

**سوال دوم**:۔ درود شریف جو پڑھا جاتا ہے اس میں کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم اور ایسے ہی کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم کا فقرہ ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کم رتبہ ہونا ظاہر ہوتا ہے کیونکہ درود شریف کے الفاظ میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جو کچھ ابراہیمؑ کو دیا گیا وہ آنحضرت کو ملے جس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کو وہ کچھ ملا ہے جو آنحضرت کو نہیں ملا۔ جس سے حضرت ابراہیمؑ کی آنحضرت پر فضیلت و برتری ثابت ہے۔

(راجہ شمشیر خان ٹھٹھہ جوئیہ ضلع سرگودھا)

**الجواب:**۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی یاایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً (احزاب ع ۷)

کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود و برکات بھیجتے ہیں۔ تم بھی آپؐ پر درود وسلام بھیجا کرو۔" اس حکم خداوندی کی تعمیل میں صحابہؓ نے جب حضور سے طریقہ و الفاظ درود دریافت کئے۔ تو آپ نے درود شریف مشہور سکھایا۔

الفاظ کما صلیت اور کما بارکت کے اختیار کرنے کی حکمت یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علاوہ **آل ابراہیم** ہونے کے حضرت ابراہیمؑ کی دعاؤں کے نتیجہ میں پیدا ہوئے تھے اور ابراہیمی وعدوں کے وارث تھے۔ کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم کہہ کر درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں اور برکتوں کی یاد دہانی کی گئی ہے۔ جو ازل سے ابراہیمؑ اور نسل ابراہیمؑ کے لئے کئے گئے تھے۔ اور اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مصداق اتم تھے۔ لفظ کما عربی زبان میں تعلیل کے لئے بھی آتا ہے۔

دوسرے حضرت ابراہیمؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوئے ہیں۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیاء میں یہ امتیاز بخشا تھا کہ ان سے وعدہ فرمایا تھا۔

کہ میں تیری اولاد کے طبقہ صالحین میں ہمیشہ کے لئے **نبوت و امامت** کو جاری رکھونگا۔ اور ظاہر ہے۔ کہ یہ **امتیاز** اب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل سے مخصوص ہونے والا تھا۔ اور مسلمان اس امتیاز سے فیض یاب ہونے والے تھے۔ گویا ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ والی جملہ برکات بھی اب سمٹ کر امت محمدیہ کو ملنے والی تھیں اس لئے النبی پر درود کے حکم کی تعمیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیلی تعلیم دی اور پوری وضاحت فرما کر دعا سکھائی۔ آیت قرآنی "ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا (نساء ع) کی حقیقت ہر وقت مسلمانوں کے پیش نظر رہے۔ گویا جس طرح حضرت ابراہیمؑ ابوالانبیاء تھے۔ درود شریف میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اسی مقام یعنی ابوالانبیاء بننے کی دعا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دے کر دراصل آپ کو ابوالانبیاء قرار دے دیا ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں خاتم النبیین کے بہترین معنے ابوالانبیاء بیان کئے ہیں۔

ان حالات میں ظاہر ہے کہ درود شریف کے الفاظ سے حضرت ابراہیمؑ کی حقیقی فضیلت و برتری ثابت نہیں ہوتی البتہ زمانی اسبقیت مسلّم ہے۔

**سوال سوم**:۔ درود شریف ایک دعا ہے تمام امت کو اس دعا کے لئے مامور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا کریں۔ اس بات کو ظاہر کرتا ہے۔ کہ آنحضرت اپنی امت کی دعا کے محتاج ہیں حالانکہ چاہیئے یوں تھا کہ امت آپکی دعا کی محتاج ہوتی۔ پس اس دعا کا کیا مطلب ہے؟ (رائے شمشیر خان جوئیہ)

**الجواب**:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی امت کے لئے دعائیں فرماتے تھے۔ اور امت کا وجود ہی حضور علیہ السلام کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ امت تو بہرحال آپ کی دعاؤں کی محتاج ہے۔ باقی رہا درود شریف میں امت کو دعا کرنے کی ترغیب دینا تو واضح ہے کہ درود میں آل محمدؐ کے الفاظ بھی ہیں۔ گویا امت اپنے لئے بھی دعا کرتی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا تو خود اپنی دعاؤں کی قبولیت کا ذریعہ ہے۔ ورنہ آنحضرت کے بارے میں تو اللہ تعالےٰ خود فرما چکا ہے۔

"ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی
کہ اللہ اور اس کے فرشتے آنحضرت
پر درود بھیج رہے ہیں"

اب اگر مسلمان اللہ تعالےٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر برکات نازل فرما۔ تو وہ گویا منشاء الٰہی کے پورا کرنے میں شریک ہوتے ہیں۔ اور اس کے بعد **آل محمد** کے لئے برکات کی دعا کر کے اپنے لئے بھی برکات طلب کرنے اور اپنی دعاؤں کی قبولیت کا سامان پیدا کرتے ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

# نور کا جل

○ آنکھوں کو بیماری سے محفوظ رکھتا ہے

○ بیمار آنکھوں کا علاج ہے۔

○ گرمیوں میں ٹھنڈک پہنچاتا ہے

○ آنکھوں کو گرد و غبار سے صاف کرتا ہے۔

○ آنکھوں میں چمک اور خوبصورتی پیدا کر کے چہرہ کے حسن میں اضافہ کرتا ہے۔

○ خارش، پانی بہنا، باتمنی اور ناخونہ کا حتمی علاج ہے۔ بیسیوں جڑی بوٹیوں کے جوہر سے تیار کیا گیا ہے اور پچاس سالہ استعمال و تجربہ کے بعد پیش کیا جا رہا ہے۔

○ لہٰذا اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی آنکھوں کو خوبصورت رکھنے کیلئے ہمیشہ نور کا جل کو پورے اعتماد سے استعمال کریں

بوقت ضرورت ایک ایک سلائی آنکھوں میں ڈالیں۔

قیمت ایک روپیہ چار آنے فی شیشی علاوہ اخراجات ڈاک و پیکنگ

تیار کردہ

**خورشید یونانی دواخانہ گولبازار ربوہ پاکستان**

# اپنی صحت کی حفاظت کیجئے

کیونکہ

★ اچھی صحت راز ہے زندگی کا ★

## اکسیر ویگروتین

★ مقوی بدن - دل و دماغ - مقوی اعصاب
مولد خون - مقوی نظام ہضم -

★ بیماری کے بعد کی نقاہت کے لئے مفید ترین ٹانک

قیمت فی بوتل -/۸/۵ روپے

**اے۔ یو۔ اورنٹیل مینوفیکچرنگ کمپنی ربوہ**

# خورشید یونانی دواخانہ ربوہ

اپنی جملہ طبی ضروریات عرق، شربت، مربے، معاجین اطریفلات، وغیرہ، عمدہ اور خالص دیسی ادویہ خریدنے

کے لئے

**خورشید یونانی دواخانہ گول بازار۔ ربوہ**

کی طرف رجوع فرمایئے


(طابع و ناشر ابوالعطاء جالندھری نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر رسالہ الفرقان ربوہ ضلع جھنگ سے شائع کیا)

# الفردوس کلاتھ مرچنٹ

## انار کلی لاہور

سے

ہر قسم کا سوتی۔ ریشمی اور اُونی کپڑا خریدیں

پہلے سے زیادہ آپ کے تعاون کی ضرورت ہے

★

تشریف لائیے — تجربہ شرط ہے

الفردوس کلاتھ مرچنٹ انار کلی لاہور